

1487

उर्दू संग्रह

पुस्तक का नाम...

उर्दू

लेखक

ग़ालीब

प्रकाशन वर्ष

आगत संख्या...

1487



1487



1487:U

पुस्तकी संग्रह में नूतन पुस्तकें

क्रोडम् ।

सा० संख्या

पंजिका संख्या

पुस्तकों पर सर्वप्रकार की निशानियां लगाव
अनुचित है ।

कोई विद्यार्थी पन्द्रह दिन से अधिक पुस्तक नहीं
रख सकता ।

त्रेहगी
रकता

५/५

$$\frac{4}{21}$$

ناظرین

آپ نے سینکڑوں ناول اور کتابیں ملاحظہ فرمائی ہونگی
مگر ایسا دردناک تجربہ تک سچا واقفہ آپ نے سنا ہوگا
اور نہ پڑھا ہوگا۔ اس کتاب میں صرف دردناک حادثہ کا
بھی ذکر نہیں ہے بلکہ سچے پر ماتا کو ملنے اور شہادتِ حجت
ہو جانیکا پورا پورا راستہ بتایا گیا ہے۔ فرائضِ انسانی
طے زندگی کا پورا پورا سبق صاحبانِ حسد و ہار باب
بصیرت اس کو ملاحظہ فرما کر سیکھ سکتے ہیں۔

مولف

۱۰۱

زمین چن گل پہلاتی ہے کب کیا
بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے

سن ۱۹۰۷ء کا سال صہن کشمیر جنت نظیر کے آبی طوفان سے تباہی کے
بمخت ہی شہر نہیں رہ سکا بلکہ اس نے جو تباہی اور مصیبت
ہمارے شہر احمد آباد پر ڈالی ہے وہ بھی صفحہ ہستی کے نگین
ریکارڈ پر یادگار رہی۔ ناظرین پیشتر اس کے کہ اس تباہی
کا ذکر لکھوں اس شہر کا تہوڑا ساحل بیان کرنا مناسب
سمجھتا ہوں۔ ضلع جہلم میں یہ شہر بہت راوتی نگر کی کے
نام سے کسی گذشتہ زمانہ میں جسکا ٹھیک وقت معلوم نہیں
کوسوں میں آباد تھا۔ ملک نامہ ہمارے اس کی عظمت و شان
آبادی و رونق پر رشک کیا یا۔ اور کیا خوف اسکا ایسا تباہ و برباد
کیا کہ سو اے کہنہ رات اور راکھ کے ڈبیر کے اس جگہ آج
کل کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ ہاں شہر مذکورہ کی دولت مند می کا تہوڑا
بادشی ایام میں ان کہنہ رات سے چاندی۔ سونے اور تانے
کے چرانے سیکے آجک برابر دستیاب ہوئیے تو پورا پورا ماننا
اکثر سیاحان انگریز ان کہنہ رات کو دیکھنے اور پر اسے سیکھنے
کی تلاش کے واسطے یہاں آئے ہیں کہ جہلم ان کہنہ رات سے
قریباً ایک میل گوشہ جنوب کی طرف برباد و برباد ہے جہلم ایک

شہر بنام احمد آباد واقع ہے جس کے گوشہ شرقاً جنوباً اور
 قدرے شمالاً دریائی لہریں موجزن ہیں۔ جنہوں نے نہ صرف شہر کو
 خوبصورت نظارہ ہی دیا ہے بلکہ اس کی تباہی کا خاص باعث
 یہی ہے۔ شہر مذکورہ کے گوشہ شمال میں ایک میل کی دوری پر
 وہی قدرتی کہنڈرات پہاڑی کی شکل میں واقع ہیں جنہرے
 دور دور کا نظارہ نظر آتا ہے۔ شہر مذکورہ ایک پُرالی پلنے
 و حصوں میں تقسیم کر کے نئے اور پرانے شہر کے نام سے
 ملقب کر دیا ہے۔ گو کسی زمانہ میں یہ شہر پوری شان و شوکت
 پر تھا۔ مگر فی زمانہ محکمہ بیکاری کے سارجنٹ تقریباً سارے شہر
 میں موجود ہیں علاوہ اس کے بیوپار اور روزگار کی حالت
 بھی ابتر ہو گئی ہے۔ گو مدت سے دریائے جہلم اس شہر کے زیر
 دبر کرنے کے درپے تھا اور کئی دفعہ پیشتر ازیں شہر کے مکانات
 کو غارت کر چکا ہے۔ مگر ماہ جون ۱۹۳۵ء میں دریائے اپنی معمولی
 حالت بدل کر آب و شہت ناک اور تہر آلودہ صورت اختیار کر لی
 آنا نا اس کا رخ بدل گیا۔ اور یہ شہر کو غارت کرنے کے درپے
 ہو گیا۔ چونکہ شہر مذکورہ ایک بلند ٹیلہ پر واقع ہے اس واسطے
 خواجہ حنفی کے بلیڈاروں کو بہت کم تکلیف کرنی پڑی تھی۔ کیونکہ
 دریائی ڈھانچہ اگر ایک مکان گزنا کہوتا تھا تو کسی متعلقہ عمارت کو

سے رزاں ہو کر خود بخود گر جاتے تھے اور بہیاں یک نظر اہ پیدا
 کر دیتے تھے۔ غرضیکہ ہفتہ عشرہ میں قیر باد صدمہ سے زیادہ مکانات
 دریا بادشاہ نے نذرے لئے ناظرین اس موقع پر نہایت سخت سے سخت
 پتھر دل آدی بھی آنسو بہائے بغیر اور حسرت سے اس دردناک
 تباہی کو دیکھتے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ جبکہ وہ اُن غریب اور بیوہ
 عورتوں کی حالت پر نگاہ ڈالتا تھا جن کا کوئی وارث نہ تھا۔ اور ضرر
 مکان خام ہی و نیادی جاؤ اوتھی۔ دریا کے کنارے کپڑے
 ہوسے اپنے مکانات کو اس میں بہینٹ ہوتے ہوئے
 دیکھتی تھیں اور آہ و زاری سے دردناک نالہ و فغاں کرتی تھیں
 دیتی تھیں۔ اسی پر اکتفا نہ کرتی تھیں بلکہ بے سرو سامان اور
 بے خانناں ہونے کے علاوہ انکو باقی ماندہ دم زندگی گزارنے
 کے واسطے کوئی رہائش گاہ نہ ملتی تھی۔ کئی بچارے مرد و زن
 جنگھراس مال و زر کا نام نہ تھا اپنے مکانات کا نصف ملبہ بطور مزدور
 دیکر اس کو گرانے کے واسطے مجبور ہو گئے۔ تاکہ کچھ کڑی وغیرہ
 سچ رہے مگر طرہ یہ کہ ایسے بچھتوں کو ملبہ کڑی رکبے میوہ واسطے
 جگہ کا ملنا تو درکنار رہائشی مکان تک ملنا دشوار ہو گیا ہاں
 کہاں سے ایک معمولی آبادی کا شہر اور پھر اس میں قریباً نصف
 مکانات کا گر جانا گوچن کے مکانات ابی اس صدمے سے محفوظ تھے

انہوں نے بڑی فراخوصلگی سے کئی مصیبت زدوں کو خود تکلیف اختیار
 کر اپنے مکان کا حصہ دیا۔ مگر اس قدر جس قدر گنجائش تھی۔ آخر
 کل جگہیں رگ گئیں۔ اور بعضوں کو میدان میں عارضی ڈیرے بنائے
 پڑے۔ چنانچہ ایک روز امدادی پرائیوٹ ٹرل سکول کے طلباء
 کو جمعہ ماشران کے بوجہ خالی کر دینے موجودہ مکان، مکان، مکان
 کو میدان میں ڈیرہ لگانا پڑا اور مہتمان سکول حیران تھے کہ کیا انتظام
 کیا جاوے۔ بیوہ و غریب مستورات جبوقت اپنے مکان کو
 دریا بڑھوتے دیکھتی تھیں اور اپنی قدیم محلہ دارنیوں کی مدد می
 تبدائی دیکھ کر آپس میں ایسی مامی دلسوز فغاں کرتی تھیں کہ شہر ایک
 ماتم کہہ نظر آتا تھا۔ بعضے مکانات ایسے عالیشان اور تازہ تعمیر شدہ
 تھے کہ ابھی تک سیلے ہنوسے تھے اور گردان کے واسطے پانی کی
 فتح پر رشک کرتی تھی۔ ہائے ایسے مکانات کے جوار ثوں کو اپنے
 ہاتھ سے اٹھا کر انا کیسے دوہر معلوم ہوتا تھا۔ کچھ تو لمبا طرہ روزگار و
 بیوپاریہ شہر قسمت کا مارا آگئے ہی پست درجہ پر پہنچ چکا تھا مگر فلک
 ناہنجار نے اسپر بھی صبر نکھار رہے سہنتوں کو بے خانماں و لامحالہ
 کر دیا۔ حکام وقت جن کی رعایا پروری اور عدل گستری مشہور
 عالم ہے اکیسٹرنسٹے ایک ایسی سرور مہر می رہی کہ یاد ہو طریقوں
 ست دسرم پر چارک وغیرہ وغیرہ اخبارات میں کالم سیاہ

کئے جانے کے اور سیوریل بھیجے جانے کے کچھ پرواہ نہ کی
 گئی۔ ہاں اگر دوسرے پہلو پر سوچا جاوے تو واقعی ساکنان
 احمد آباد کی اپنی غلطی اور قصور کی سزا گورنمنٹ کی موجودہ غلطی
 ہے۔ کیونکہ ۶ سال گزرے ہیں کہ گورنمنٹ نے شہر داروں
 کی درخواست پر انکو پوری امداد دینی منظور کر لی تھی بشرطیکہ شہر دار
 خود کچھ چندہ کریں مگر ہائے بے علمی تو نے کئی گہری صرف برباد
 نہیں کئے بلکہ شہر کے شہر تیری بدولت ویران ہو گئے شہر
 کے چند بے علم دشمنوں نے ایسے موقع پر چندہ دیئے
 اور امداد لینے سے قطعاً انکار کر دیا جس پر گورنمنٹ نے تعلق
 چھوڑ دیا۔ ہائے وہ شہر کے دشمن کیا بلکہ اپنی جان و مال کے
 دشمن اب کہاں ہیں کیا ان کے آسنا ایسے دردناک موقعہ
 پر نہیں نکلتے ہونگے جب کہ بیوہ اور مفلوم عورتوں کے دل کا دھواں
 ان کے دماغ میں چڑکے اور آہوں سے سرد ہو کر اور سنجہ قطرہ بنکر
 من کی آنکھوں سے نکلنے کو تیار ہو گیا ہے۔ مگر نہیں ان بیچاروں
 کا کیا قصور۔ پر ماتا کی طرف سے جس شہر پر مہیبت نازل ہوتی ہے
 اُس کے فرو کرنے کے واسطے سوائے پر ماتا کے اور کوئی نہیں
 کر سکتا ہے۔ تقدیر کے آگے تدبیریں لا حاصل نظر آتی
 ہیں۔ اب دریائے اٹک مارچ پلٹا ہے۔ اور حسد

نخواستہ اگر چندے یہی حالت رہی تو شہر کی شمالی زمینوں کو
تہ وبالا کرتا ہوا سارے شہر کو گرائے گا۔

امید کیجاتی ہے کہ گورنمنٹ مالیہ جس کی رعایا پروری
اور داد گستری اور غربا پروری مشہور عالم ہے ضرور یقین
فرما کر اپنی بے بس رعیت کے واسطے دلی جہد و پیہر سے
کام یگی اور شہر کو بچانے کی کوشش کریگی۔

ناظرین دریا نے صرف مکان کے گرائے پر ہی اکتفا نہیں
کیا بلکہ ذیل کا دردناک واقعہ اس کی نظم - سرد مہری اور
بے دردی کا پورا پورا ثبوت ہے۔

فصل دوم

تبدیل قسمت کی برائی نہیں جاتی
بگڑی ہوئی تقدیر بنائی نہیں جاتی

شبِ بزمِ بزم کے ٹیپاک پانچ بجے تھے رنج کا وقت تھا
ایک رٹکی جس کی عمر تقریباً بارہ یا تیرہ برس کی ہوگی پر ماما نے
جس کمال کے ساتھ اسے لیا تھا اور سلیقہ عطا کیا تھا ویسے
ہی شرم و حیا کی اس خوبی سے جو ستورات کے لئے ضروری ہے
محروم نہیں رکھا تھا آج اسے اپنے پتی کے ہمراہ والدین کا گھر
چھوڑ کر شادی کے بعد پہلی ہی دفعہ سسرال میں جانا تھا گو والدین
گھر کی بھانجی کے باعث اور والدین کی علیحدگی کی بنا پر بھٹیوں
کی طرح جاری دیوی کی ظاہر اسورت اور اس نظر آتی تھی مگر چونکہ
اس نے ایک طرح کی نئی زندگی میں نئی دھرم پالن کے اور
گہرے آشرم بنانے کی امید میں داخل ہونا تھا اس واسطے
اسکی دلی مسرت کو وہی جانتی ہوگی چنانچہ بیچ ہی لباس وغیرہ
تبدیل کر کے اور اپنی سہیلیوں سے مل ملا کر چلنے کی تیاری کر دی

ناظرین اس دیوی کے حسب نسب کی بابت صرف اتنا
 ہی لکھنا کافی ہوگا کہ یہ ہمارے ایک شریف بھٹن بہائی کی دختر
 ہے۔ لیاقت اور سلیقہ خزانہ داری میں پوری لائق۔ علاوہ
 سادہ مزاج اور سادہ دل ہونے کے نیک خیالات والی اور
 پاک سرشت ارش کی ہے آج یہ دیوی اپنے سوامی سٹرنو پ
 کے ہمراہ جو کہ واقعی اہم باسٹی ہے اپنی سسرال میں جانے
 کیواسٹے گھر سے روانہ ہوئی ہے۔ ہمارے نوجوان انوپ کے بارے
 میں صرف اس قدر لکھنا کافی ہوگا کہ یہ نوجوان قریباً ۱۰ برس
 کی عمر کا بانکا جوان شہر بہرہ کا سکوٹی ہمارے مہربان لالہ
 منسراج دیشی انسپکٹر پولیس کا فرزند اکبر ہے۔ علمی لیاقت۔
 مامناری۔ صحبت اور حلیمی میں یہ نوجوان یکتا زمانہ تھا۔ آج
 کل لاہور کالج میں ایف۔ اے۔ بکلاس میں تعلیم پاتا تھا رخصتیوں
 پر گہرا یا ہوا تھا جہاں سے اپنی دہرم پتی کو لینے اور علاوہ اس
 کے ایک قریبی رشتہ دار کے شادی میں شامل ہونے کے واسطے
 یہاں آیا تھا۔ غرضیکہ جو وقت یہ جوڑا سمجھ اپنے والدین کے
 گھر سے روانہ ہوا تو راستہ میں جو کوئی ہمارے نوجوان سٹرنو
 پ انوپ سے ملا اسنے خوش اخلاقی اور خوش وضعی سے کشادہ
 پیشانی پورے جنٹلمینوں کی طرح اس سے الوداعی الفاظ

کے قریب ہر ایک مرد و زن ساکنان احمد آباد اس نوجوان
 کی خوش اخلاقی اور حلیمی کے مراح تھے کیونکہ اس نے تہوڑی سی
 ایام قیام میں سب کے دل تسخیر کر لئے تھے۔ مگر ہائے
 فلک تیرا ستیا ناس ہو۔ ایسا انسان دنیا میں گزرا ہے
 جس کے اوصاف پر تجھے رشک نہ آیا ہو۔ ہائے تیری نگاہ اس
 کجنت جوڑے پر بھی جا پڑی۔ اور تو حسرت کی نگاہ سے
 آنسو دیکھنے لگا، کشتی کا محمول ہیکیداراں گزر کو دیکھ
 ہمارا نوجوان النوب سے دیگر رشتہ داروں کے سوار ہو گیا
 مگر سوار ہوتے ہی اس کے خیالات نے پلٹا کہا یا اور شرم
 دجیا نے دامن پکڑا اپنے ماموں لالہ دیارام سے جو کہ پاس
 ہی تھا آہستہ آہستہ یہ الفاظ کہہ کر کہنے لگے اپنے والد سے
 اور ساس اور والدہ کے رد بروا اپنی دہرم پتی کے ہمراہ جانے
 سے شرم آتا ہے بہتر ہو گا کہ میں الگ دوسری کشتی میں آج شام
 کو یا کل صبح چلا جاؤں گا یہ الفاظ کہہ کر جب کشتی سے کو داپنا
 گرایہ یعنی محمول گزرا پس لے اپنے ماموں کے ہمراہ وہیں
 بازار جانے کو تیار ہو گیا ہر چند سب نے صند کی اور بچا اگر
 تقدیر نے کسی کی پیش نہ پائی دی پیار سے ناظرین ہمارے
 نوجوان غریب النوب کو یہ محکوم نہ تھا کہ فرشتہ اجل میری زندگی

کے مکان کے نیچے سزاگ بنا چکا ہے اور اب اس میں
 باروت بچھا رہا ہے اور کوئی دم میں آگ لگا کر ماسکو ڈالنے
 کے درپے ہے گو وہ محضول وغیرہ دیگر کشتی پر سوار ہو چکا تھا
 مگر لہڑیا غیبی طاقت نے اس کے کانوں میں شرم، حیا کا
 لفظ پھونک کر اس کی کشتی سے اترنے کے واسطے مجبور کر دیا۔
 کسی نے سچ کہا ہے

بیاک لفظ بیک سنا بہ یکدم درگوں مشورہ احوال علم

فصل سویم

بے چارہ گچیں چن سے گل اڑا کر حیف مر
 باغبان ہے بے خبر دربان ہیں سو ہوئے
 انوپ ہائے انوپ! آج جہلم کا دریا اپنے پور سے زور
 شور سے بہ رہا ہے خاص کر اپنی درشتی و تیز رفتاری سے
 ساکنان احمد آباد کے دروں کو دھڑکار رہا ہے گویا پور سے
 جوش و خروش میں ہے اس کی نگاہ آج جو منجواں کی طرح

بیطخ شوخ سی نظر آرہی ہے۔ اس وقت ایک نوجوان
 اشنان سے فارغ ہو کر کسی پاس واسے سے باتیں کر رہا ہے
 کہنا سنے سے ایک اور آدمی نے جو حسب معمول پر ہاتھ لگی
 عبادت کرنے کے واسطے کہارے دریا پر کھڑا ہے اچانک
 دریا میں ہاتھ اٹھتے دیکھ کر زور سے پکارا۔ پکڑیو۔ پکڑیو
 کوئی ڈوب جاتا ہے ناظرین ان الفاظ نے ہمارے نوجوان
 کو صبر کو ہم لالہ دیا۔ اہم کہہ سکتے ہیں لرز اویا اور جو ہیں بسنے
 منہ موڑا اپنے عزیز انوپ کو نہ پایا یکدم غوغو و شور مچا یا کہ ہا
 سیر انوپ ڈوب گیا پکڑیو پکڑیو۔ یہ الفاظ سنتے ہی ایک
 شریف آدمی نے پہلا ناگ ماری مگر وہاں دریا کا اس قدر
 زور تھا کہ اٹھی منہ کی کہا جی اور غریق کا کوئی نشان تک ظاہر
 نہ ہوا ناظرین ہمارا نوجوان عزیز انوپ کشتی سے اتر کر
 شہر سے حجامت کر داکر اپنے ماموں لالہ دیارام کے
 ہمراہ اشنان کے واسطے دریا پر آیا تھا اور دیارام نے
 تو ہنسا کر اپنے ایک رشتہ دار سے باتیں شروع کر دیں مگر
 نوجوان انوپ نے جو ہیں دریا پر قدم رکھا اجل نے اس
 کو ایسا نہ ہکا دیا کہ چشم زدن میں پانی اُسکو کھانے کہاں
 لے گیا۔ صرف ایک دفعہ اس کے ہاتھ باہر نکلنے اور پھر پتہ

نشان بالکل نثارو۔ دریا پر غنڈا ہی گہرام چڑ گیا۔ اتنا غنڈا یہ خبر
 شہر میں پہنچی۔ مرد و زن خور و کھان آہ و ناله کناں کنارہ دریا
 پر آنکھیں لالہ دیا رام اور دوسرے رشتہ داروں نے بہت تلاش
 کی مگر کچھ پتہ نہ ملا سکی آنکھوں کے آگے حسرت و اندوہ کی تصویریں
 پھر لے گئیں اور حیران پریشان شہر میں واپس آگئے وہ ہنس
 چشم زدن میں غائب ہو گیا

نور لکھتے۔ ہائے انسان کیا کیا امیدیں باندھتا ہے۔
 زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتا ہے بے پکی اڑتا ہے خواہ
 مخواہ جہاز سے باہر ہوا جاتا ہے لیکن جوں ہی دست اجل کے
 قابو چڑھا دم بہر کی بھی ٹھہرت نہیں ملتی پہرہ امیدیں امیدیں
 رہ جاتی ہیں۔ مال کو بچھہ کے پیدا ہونے پر کتنی خوشی ہوتی ہے
 وہ محبت کی بتلی اپنے خیالات میں ہی اسے نوجوان برسرِ روزگار
 شاد و می شادہ نہیں نہیں بلکہ پوتوں لڑاسوں والا فرزند کہ
 لیتی ہے۔ لیکن آہ ظالم موت۔ بیماری کے ہوائی عملوں
 کو کس طرح خاکیں ملا دیتی ہے کوئی ہی ایسا خوش نصیب ہوگا
 جس کی امیدیں اس کے خیالات کے موافق برآئی ہوں گی
 ہائے! ہائے! عجب تو اس وقت ہوتا ہے جبکہ بوقت موت
 میں عالم شباب میں کسی کے پیچھے پڑ جاتی ہے۔ ناظرین ذرا

دل تباہ ہے۔ آنسوؤں کو روک لیجئے۔ میرا ستر رک رہا ہے
 اور جوش گریہ ہے کہ خود بخود اٹھ اچلا آتا ہے جبکہ مجھے یہ خیال آتا
 ہے کہ دُوبستہ دلت ہمارے عزیز انوپ کے سامنے عجیب شکلیر

آتی ہوں گی وہ دیکھتا ہوگا کہ دیوتے آتے ہیں اور اُس کے
 زرد چہرہ کو دیکھ کر دائر میں مار کر روتے ہیں وہ دیکھتا ہوگا کہ اُس
 کے دوست جو مر چکے ہیں کفن پہنے ہوئے آتے ہیں اور اُس
 کی صورت دیکھ کر سرتلاتے ہیں وہ دیکھتا ہوگا کہ اُس کی والدہ

اور بابا پنگلیں اور کبیرہ خاطر اُس کو دیکھتے ہیں مگر بے بس ہیں
 وہ دیکھتا ہوگا کہ میری پیاری دہرم پتی رنج و الم میں غرقاب میرے
 سامنے بیہوش پڑی ہو مگر کچھ کر نہیں سکتی غرضیکہ ہمارے دلچسپ
 کی خیالی تصویریں ابھی ناک موت کا لٹخا رہ گیا کیا رنگ بدلتا ہوگا
 کبھی پیاری پتی کے ہمراہ اپنے وطن جانیکا خیال اور کبھی

تقدیر کا زبردستی کشتی سے اتر کر نا اور موت کا سامنا عجیب
 عجیب اثر پیدا کرتے ہونگے۔ ہاں سپر کوہ الم کیوں نہ ٹوٹ
 پڑتا ہوگا جبکہ اُس کو کالج کے کلاس فیلوز کی یاد آتی ہوگی
 اپنے پروفیسروں کی تقریریں اور اُس پر آمندہ زندگی کے
 مداح سوچنے اور مختلف سبکدوش پر لیکچروں کے سننے کا اثر
 اور اُس کے مقابلہ میں یہ موت کا فوٹو اسکو کیسے حیران کرتا ہوگا

خونیکہ ان باتوں کو یا تو ہمارا معرودہ شدہ عزیز جالتے یا پریتا
جالتے ہمارا تو صرف خیال ہی خیال ہے جو کہ دنیا کی ناپائیداری
کا پورا ثبوت دیتا ہے

اس گلشنِ مستی میں مجھ کو دید ہے لیکن
جب تک نگاہِ کھلی گل کی تو ہر دم ہے خزاں کا

فصل چہارم

ہائے یہ کیا ہو گیا

ناظرین - انوپ کی والدہ اور دوسری شتی وغیرہ کشتی سے اتر کر بہرہ
سے کچھ دوری پر ایک جگہ پہنچا وہاں کسی رشتہ دار کے لڑکے
کی رسم توڑ سہمی کے جشن پر چلی گئیں اور ہنسی خوشی - رنگ
رنگیلیاں منانے میں مصروف ہو گئیں اور اسکا سسر شہر
بہرہ میں چلا گیا - جب ان سب کو پیارے انوپ کے ڈوب جانے
کی اور پتہ نہ ملنے کی خبر پہنچی تو سب کو جب قدر رنج و اغم تھا وہ
احاطہ تحریر سے باہر ہے - والدہ نے تو یہ وحشت اثر خبر سنتے

ہی لغو مارا۔ آنہوں میں خون اُتر آیا اور حیران و پریشان عالم
 سمجھتے ہیں بہوش ہو کر پڑی۔ ساتھ ہی ہماری دیوی کے ہوش
 کے ٹوٹے ٹوٹ گئے۔ خون جگر کہا نے لگی دم بخود ہو کر ششدر
 ہو گئی۔ اگر کہتی تو کیا کہتی اس کی بہار جو انی پر خزان علم نے نور
 سایہ ڈال دیا وہ پہلوں کی مالا جو صرف آج پتی کی خاطر زیب نگلو
 کی گئی تھی تو تار کر خاکیں ڈال دی۔ ریشمی۔ زربفتی پوشاک کو میر
 پہاڑ کر خاک کر دیا دنیا نگاہ میں ترہ و تار۔ نظر آتی لگی طیس کہتی تھی
 کہ اسے مالک ہائے یہ کیا ہو گیا۔ کیا یہ خواب ہے یا سچا واقعہ
 ناظرین غور کا مقام ہے کہ ان جگہ دیوں پر پیار سے انوہا
 کے ڈوب جاسے کی لٹاٹے کیسا ستم ڈھایا ہو گا بار بار جس جگہ
 سرسبز اور لالہ بوٹاں کے ٹہنے سے یہ آواز نکلتی تھی کہ اسے مالک
 کینہ ورنہ سچے میر سے سخت جگر پر رحم نہ آیا۔ آج تک تیرا سینہ مقلوب
 کی آہوں سے محفوظ رہا مگر یہ کہنا کہ ہم ستم رسیدوں کی شہدائے
 آہوں سے سچے اپنی جان بچانی شکل ہو جاوے گی۔ ایک آہ سے
 تیرا جود نابود نہوا تو ہمارا ذمہ اسے عاصی فلک خدا ہے
 غارت کرے۔ اسے کبھت نصیب تیرا تیرا ہو۔ غرضیکہ آہ و
 فغان کہتے ہوئے سب احمد آباد پہنچے۔ مگر لاش کا پتہ نہ لگے
 کیونکہ سہ حیران و سرگردان رہے پولیس میں حسب دستور

رپورٹ شہنشاہی گئی -

فصل پنجم

لاش کی تلاش

پھول تو دودن جہاں نواؤں کو لے گئے
 حسرت آن پھولوں پہ ہے جوین کہنے نہ جا گئے
 چہرہ تبر کو ابھی مشرق کا شاہ سوار شمعوں کا تیرا ہاتھ میں ہیکر
 ہوا وہ چہرہ پر گنوا دے نہیں شہوان تھا کہ ہمارے بھائی لالہ دیار ام
 ہو گئیں پوئیس و علاج کے کشتی لیکر نوجوان کی لاش کی تلاش
 کیو اسٹے شہر سے روانہ ہوئے کشتی کنارے کنارے چلی جاتی
 تھیں اور لالہ دیار ام کی نگاہ پانی کی ہر لہر کے ساتھ تھا
 کرتی تھی دل حسرت سے پڑتا ہر لمحہ زمانہ کی کج رفتار کی شکست
 کرتا جاتا تھا ۔ ہاں وہ باہکا نوجوان جس کی شکل مہر و ماہ کے
 مشابہ تھی اور ہر کسی کو پیار ہی لگتی تھی لالہ دیار ام کی آنکھوں
 کے آگے بار بار آ کر اُس کی حالت و گرگوں کر رہی تھی گو اُس
 کی آنکھوں کے آگے گاہ گاہ آنسوؤں کے پانی سے تاریکی

آجاتی تھی مگر وہ اس خیال سے کہ کہیں لاش آنکھوں سے اوجھل
 نہ ہو جاوے آنسوؤں کو بار بار روناں سے پونچھتا تھا وہ نہیں
 خیال آتا تھا کہ ہمارے نوجوان کی روح تو جسم سے پرواز کر گئی
 ہوگی مگر اسے پر ماتما ایک دفعہ اس کی شکل کا آخری جلوہ تو دکھانا
 تو ضیکہ کشتی چلتے چلتے ایک تپس پر جبکا نام گذر کو بلیان والہ
 ہے اور احمد آباد سے قریب چار کوس کے فاصلہ پر ہے۔

جاننچی۔ کچھ پتہ نہ لگا۔ ہمارے تلاش کنندوں کی پریشانی
 حد سے زیادہ بڑھ گئی کیونکہ دل میں خیال آتا تھا کہ شاید کسی
 آبی جانور نے ہمارے نوجوان کو اپنا لقمہ تر بنالیا ہوگا۔ ہمارے
 ہمارے ایسے مقسوم کہاں کہ اپنے ہانکے چھیل چھیلے عزیز کی
 شکل کو بھردیکھ سکیں ہٹیکہ ارگڈر نے حالات سننے کے بعد
 تسلی دی اور کہا کہ جہاننگ میرا خیال ہے لاش اس مقام
 سے نیچے نہیں گئی پورے آٹھ پہر کے بعد مردہ تیرتا ہے
 بہتر ہوگا کہ تم آگے نہ جاؤ اور یہاں انتظار کریں۔

اشنا گفتگو میں ہٹیکہ ارگڈر کی نگاہ ایک ایسی چیز پر جا پڑی
 جس کی شکل سیاہ اور گول سی تھی۔ پانی سے باہر نکلتی ہوئی تیرتی
 آتی تھی جس کو دو بچکر لالہ دیارام کو شک کے بجائے یقین ہو گیا
 کہ غالباً وہی لاش ہے۔ فوراً اوپر صرخ کیا اور اس کا شک واضح

یقین سے بدل گیا۔ جب واسطے اپنے سر و قدر بخل نو نہال کے
 سر کو پانی سے ذرا سنبھلتے ہوئے دیکھا فوراً وہ دوا لہم سے بہا ہوا
 جگر خاشا لہرہ مارا اور گئے لبہ گینا زار زار روتا رہا مگر اب کیا
 ہو سکتا تھا وہ چاندی صورت بدستور اصلی رنگت پوٹھی جس
 کسی آبی جہانور نے منہ پر تھوڑا سا زخم لگا دیا تھا۔ آخر تھوڑے
 برجاں درویش لاش کو کشتی میں رکھ کر واپس ہو چکے ہمارا
 بیٹائی لالہ دیار ام کشتی میں بیٹھا ہوا بار بار اس کی شکل دیکھتا
 تھا اور مبالغہ کی صنعت اور زمانہ کی بجز قناری اور نالکے کی ستم
 شعاری کو یاد کرتا تھا کہ یہی جو وہی کے عالم میں کہتا تھا کہ اسے
 میرے نوجوان عزیز کیا تو ابھی تاک غفل نہیں کر چکا۔ میرے
 انوپ دیکھتے تیرا ماموں کب سے تیری انتظاری کیوں سٹے کنارہ
 پر کھڑا ہے۔ ہاتھ تو منہ سے کیوں لٹکائے ہوئے۔ پتے ٹھہرا کو نہ
 گناہ کیا ہے۔ ۱۰ سے نہ نکلا کیوں میرا انوپ واقعی درجہ کب سے اگر نہ
 سچ ہے تو زندہ گئے بچہ کے جو وہ تو میں کیسے سے کنارہ پر سے
 جاؤنگا۔ اسے پر ماتا جیسے کہ وہ ایک دن اس کو زندہ کی بخش
 ناظرین جب انسان کو مری ہوئے ہوئے کسی کی حالت دیکھیں
 ہو جاتی ہے تو عالم خودی میں ٹھہر جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کے
 منہ سے کچل جاتا ہے۔

فصل ششم

لاش مل گئی

غم غصہ و رنج اندوہ و حسرتوں

ہمارے ہی ہیں مہربانی کیسے کیسے

دو پہر کا وقت ہے اور ماہ ستمبر کی گرمی آفتاب کی تپش غصہ بڑھ رہی ہے

تھوپ کی تیزی انتہا ورجہ کو پہنچ گئی زمین تپ کر تانبا ہو گئی

پہل سے چہرے کھٹکے گئے۔ ان دریا می سفر کو نپوالوں کی حالت

قابل رحم ہے جو باوجود اس قدر گرمی اور آفتاب کی سختی اور اس پر

سجنا رات آبی حرارت کے مار و مار کھتے ہوئے کشتی کو شمال کے رخ

پہا رہے ہیں اُف یہ تو ہمارے بد نصیب بنیادی لالہ دیا رام ہیں۔

یہ ظلم رسیدہ انوپ کی لاش کو کشتی میں رکھتے ہوئے لے جا رہے

ہیں۔ ہائے کیا حاسد فلک کو اس پر رحم نہ آیا اس نے یہ کیا

کر دیا۔ ناخاطرین۔ ہٹکیا بارہ بجے کا وقت تھا کہ شہر میں غوغا مچ گیا

کیا انوپ کی لاش مل گئی ہے شہر کا روزن کیا بلکہ سچے سچے اس جوان

دعنا۔ منرو قد کی لاش کو دیکھنے کی خاطر دریا کے کنارے پر

دیکھتے گوروانہ ہوئے پوچھ لگے کشتی خاص اپنی جگہ بٹھرائی گئی
 ہتی جہاں سے ہمارا لوجوان شکار اجل بٹھا تھا۔ جوق و جوق
 خلقت آئی شروع ہو گئی۔ تصنف ناول ہی اس دریا گیند پر
 منہ بھر رہا اور اس دروناک و عبرت ناکہ نظارہ کو چشم خود دیکھ رہا
 تھا۔ ناظرین دیکھتے ہیں حمد ہا کوس کا فرق ہوتا ہے اب
 حسرت ناک و اندوگین نظارے سے ساری عمر میں نہویگا نہ
 سمجھتا تھا۔ ہمارا لوجوان کشتی میں بسے پاؤں لپکا ہے
 خواب راحت میں مست سو یا نہیں تھا۔ اس کی میند ایسی گہری
 اور بڑی ہے کہ نہ لڑ نہ پڑ نہ لڑے ہی اگر آج اسے تروہ کر دیتے
 اس کو خبر تک نہ تھی کہ میری اس میند پر آج ساکشان احمد آباد
 پر کیسی ابتری اور تباہی پہیل رہی ہے اور وہ کس قدر آہ و زاری
 کر رہا ہے۔ میرے ہمسائے کا مقام ماتم کہ وہ بن چکا ہے
 ان سب باتوں سے بسے خبر ہمارا لوجوان مدامیستی میں مست
 پڑا تھا۔ ہا سے کیسا دروناک نظارہ تھا۔ اس کے سر ہاتھ
 پر اسکا دلہہ دس مسر لالہ بڑا رام ہاتھ بچیا ہاتھ بچیا کے
 دروناک الفاظ جو دی کے عالم میں کہتا تھا پھر ان دس مسر لالہ
 آہ و نالہ کن کن کہہ رہا تھا۔ بار بار اپنے لوجوان داماد کے چہرے
 اور سر و قد کو دیکھتا اس کی لیاقتوں کا اور دنیا میں نامور بننے کے

خیالات کو اس کی اس سترنگ حالت سے متاثر کرتا اور دم بخود ہو جاتا تھا۔ اور انقلاب زمانہ کی دل ہی دل میں شکایت کرتا تھا ہر روز نیا کیا بلکہ کچھ سچہ کی خواہش تھی کہ اس بچا کے انوپ کے چہرہ کو جسے اپنی خوش اخلاقی اور جلیبی کی خوشبو سے ایک جادو بہری تاثیر کے ساتھ سارے شہر کو معطر کر دیا تھا اور اپنا گردیدہ نیا لیا تھا۔

خدا وہ اب مردہ حالت ہی

ناظرین جب وقت بیٹے خود سز کی لاش اور چہرہ پر غصہ تھا نگاہ ڈالی یکدم آستو جاری ہو گئے زمانہ کا اونچ نیچہ کشیدہ عشرت کی بے فکر زندگی کا اس حالت سے متاثرہ کرنا تھا اور دل میں خیالات آتے تھے کہ کہاں اس عزیز جوان رغلنے اعلیٰ تقابلیافتہ ہو کر اپنے خاندان کا فخر اپنے شہر کا نامور قوم کا خیر خواہ۔ مذہبی و ہرم کی سوسائٹیوں کا ویرما تالیڈ بننا تھا اور کہاں خاتم موت نے عین عالم شباب میں اس کو اپنا قلم بنالیا۔ کبھی عزیز انوپ کے سرود اور اس کی جوانی کا خیال کبھی اس کی خوبصورتی اور تعلیم کا وسیان دیر صدمے پہنچاتا تھا۔ سچ ہے اس دنیا میں جہانگیر غور سے نگاہ کریں سو اسے رنج و الم کے کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا۔ واقعی یہ وہو کہ کی ٹی ہے جس کی آڑ میں انسان شکوہ کہلاتا ہے۔ اسے اس کی پیاری و ہرمی

کے وہیں کیا کیا خیالات گزرتے ہوئے۔ اس کی عمر ہمارے
 پُراناںک خیالات کے محاط سے کیسے کٹے گی۔ وہ معصوم اس
 صدمے کو کیسے برداشت کر سکیگی۔ غرضیکہ میں اسی شش بونچ
 میں تھا کہ چند مسرتوں اسی معصوم دیوی کو جبکہ ہمارا عزیز لگو
 دہائی مفارقت و بکراج بیوگی کا خطاب دے گیا تھا متھلے
 ہوئے لاش کے پاس لائیں۔

ناظرین اس وقت کا دردناک نظارہ لکھتے ہوئے میری قلم
 رک جاتی ہے۔ آنکھوں سے آنسو بند نہیں ہوتے پائے
 اس دردناک عبرتناک نظارہ کا فوٹو میں کیسے لکھوں۔
 دیوی نے جو ہیں اپنے پریم پیار سے کے چہرہ پر نگاہ ڈالی
 سکھ کے عالم میں ہو گئی۔ خون خشک ہو گیا گویا صرف آنکھیں
 پتی کے چہرہ پر تھیں۔ مگر بدن میں جان نہ تھی۔ ایسا عالم
 بیخودی طاری ہو گیا اور خاموشی چھا گئی کہ اسکو دین و دنیا
 کی خبر تک نہ رہی بے ہوش ہو کر گرنے کو ہتی کہ چند سہیلیوں
 ہم لوگوں کی آواز پر اس کو سمہالا اور علیمدہ کر لے گئیں۔
 قہر و حیلانے ہماری دیوی کی زبان پر ایسا قفل مقفل کر دیا
 کہ ایک لفظ تک سواٹے ٹہنڈھی ٹہنڈھی آہوں کے اسکی
 زبان سے نہ بکلتا تھا۔ اسے اڑھیا۔ اسے رخیوں کے دیش

ابھی تاک تجتہ میں ایسی دیویاں موجود ہیں جنکا ہر دہ سحت
 سے سحت زخموں سے گہاں ہو چکا ہے اور دنیاوی رنجوں
 کے باعث اس کا دل چیلنی ہو کر نیست و نابود ہو چکا ہے
 مگر شرم دھیا کا خیال کیا مجاں کہ دل سے دور ہو جاوے اے
 دیوتاؤں کی پاک پھومی آہ تیرے پر کیسے گہور پاپ ہو رہے
 ہیں۔ تیرے لاڈے۔ تیرے فخر کیسی کیسی بھیتیں سہ رہے
 ہیں۔ مگر نہیں تو نے پہر ہی ایسی دیویاں پیدا کر دی ہوئی
 ہیں جو کڈ دنیا کے اور طبقوں سے انسانیت کے درجہ
 میں بدرجہا سبقت رکھتی ہیں۔ مگر اے بہارت ذرا
 آنکھ کھول تیرے معصوم بچوں پر کیسا ظلم ہو رہا ہے اور تو
 اس کی خبر نہیں لیتا۔ اے ناک شکر اتنا ظلم سچے شایاں نہ تھا
 ناظرین ہماری بیکس دیوی دل ہی دل میں ضرور کہتی ہو گی کہ
 اے ناک میں بالکل بے گناہ ہوں بے قصور معصوم ہوں
 اے بے مہربان آخر ناک تجھ کو تیرے اس ظلم کا بدلہ ضرور
 ملیگا۔ میں درگاہ ایزدی میں مستغیث بنکر اور تجھ کو ملزم بنکر
 عدالت کے روبرو کھڑا کروں گی اور فرما دو کہ اے پرتا
 میرے عشرت گدہ کا چراغ تمہنے ہمیشہ کے لئے گل کر دیا سحت
 بیقرار اور زندگی سے سیرا رہوں۔ ہائے مجھے اصلی آج دانہ

کے بجائے غم کی روٹی اور بیتابی کا پانی اب پینا پڑ گیا۔
 میری دنیاوی خوشی کی قلم کا فور ہو گئی اب میرا جینا حرام ہے
 بہتر ہو گا کہ تو میری ہی زندگی لے لے۔ بیشک اس قسم کے
 دردناک خیالات سے ہماری دیوی کا ہر وہ پیر ہو گا۔ مگر
 شرم و حیا کا پانی ایسے جگر سوز شعلوں کو دیوی کے منہ سے
 باہر آنے سے روکتا تھا۔ اور معلوم نہیں کہ یہ شعلے اسکے
 دل پر کیسا اثر پیدا کرتے ہونگے۔ اور پیدا کریں گے۔

لاش کو دیکھ کر اور دنیا کی بے ثباتی کے خیال کو ہر ایک
 فرد بشر اپنے ذہن میں جگہ دیکھ اور درد و الم سے متاثر ہو کر
 اس حسرتناک سرگذشت پر غور کرنے کے لئے الگ الگ
 جا بیٹھے۔ پولیس سارجنٹ نے بھی ہمارے عزیز نوجوان
 کی ساری کیفیت لالہ بوٹال سے قلمبند کرائی اور بروٹے
 قانون سمزداروں سے لاش شناخت کرا کر ان کی ٹہریں
 ثبت کرائیں۔ کیونکہ اب شمشان بھومی میں لاش کو پہچاننے
 اور جلانیکا وقت قریب تھا صرف اتنی انتظار ہی تھی کہ اسکی
 والدہ اور دوسرے رشتہ دار جو کل شام کو گھیرہ چلے گئے تھے
 آکر آخری منہ دیکھ لیں۔ قریباً ہم بجے ہوئے کہ لاش کے
 ملنے کی خبر سن کر شہر گھیرہ سے ہمارے عزیز النوب کی والدہ

اور دوسرے رشتہ دار - دوست آشنا - مرد و زن جنگی
 لانا تھا لہذا وہی ناؤ پر سانسے سے آتے ہوئے اور آہ و
 نغاں کرتے ہوئے دکھائی دئے۔ ادھر ناؤ کا سانسے
 آنا تھا کہ ادھر لوگوں نے لاش کو تختہ تابوت پر ڈاکر مرگھٹ
 میں بچانے کا رخ کیا۔

ناظرین حسبوقت ہماری بہائی بوٹ مال اپنی محصور دفتر
 بد اختر کو تختہ تابوت کے نیچے نیچے اپنے ہاتھوں سے تہا
 ہوئے آہ و نغاں کرتا ہوا شمشان بھومی میں جاتا تھا
 اُسوقت سخت سے سخت پتھر و آدمی ہی روئے بغیر
 نہ رہ سکا۔ یہ ایسا موثر دردناک نظارہ تھا کہ جسے خلقت کے
 دلوں کے اندر حرارت پیدا کر دی اور اس حرارت نے
 لوگوں کے اندر رونے سے آہوں کا ڈھواں نکالا۔ ہر خورد
 و کلاں ڈھاریں مار کر روتے تھے بعض ایسے بیخود ہو گئے
 کہ اس نظارہ کو برواشت نہ کر سکے۔

آخرش لاش کو مرگھٹ میں اتار کر رکھا گیا اور ہمارے
 الوپ کی والدہ حسبوقت ناؤ سے اُتری سیدھی آہ و نغاں
 کرتی ہوئی اپنے تخت جگر کی لاش کو دیکھتے ہی چھین مار کر
 اُس سے لپٹ گئی۔ کبھی تخت جگر کو پھاتی سے لگاتی کہی اُس

مرد چشم پر بوسہ دیتی ہائے۔ اس کی نگاہیں کیسی حسرت سے
 بہری ہو گئی ہیں۔ ہائے یہہ کیسا دلسوز و قویمہ تھا خدا کرے
 کہ کسی والدہ کو کبھی ایسے لوجواں کا عہدہ نہ پہنچے۔ ہر چند
 مستورات اسکو اپنے دلہند کی لاش سے الگ کرتی تھیں۔
 مگر وہ مانتا کی ماری اسکو کب مانتی تھی۔ اسکا بہائی لالہ
 دیارام جو اکایہ طرف دلیر باہتہ رکھتے ششدر کھڑا تھا ٹہنڈی
 سانسیں بہتا ہوا ہتھیرہ کے پاس گیا اور کہنے لگا اے
 بہن یہ پرائی چیز تھی ہمارا اسپر عارضی تعلق تھا مالک نے
 چین لی اب آہ وزاری میو دے۔ صبر کر اور لاش کو چھوڑ
 اصلی انوپ نہ معلوم اس جسم سے کسوقت فرار ہو گیا ہے
 اب لاش کو جلانے دو۔ مگر والدہ اپنے تحت جگر کے چہرہ کو
 بار بار دیکھتی اور کہتی تھی اے میرے جگر کے ٹکڑے تا دم حیات
 یہ تیری بھولی بھالی صورت کی یاد میرے کلیجہ اور دل میں آگ لگاتی
 رہے گی اور میں کباب بیچ بن کر ہر وقت پہلو بدلتی رہوں گی میں
 اپنی بدبستی کے باعث تباہی اور مصیبت کے گرداب میں
 غوطے کھاتی رہوں گی غرضیکہ اس کی دروناک فناں بار بار
 ہم لوگوں کو رولاتی تھی جبکہ وہ دلسوز آواز میں یہ کہتی تھی کہ اے
 میرے تحت جگر اگر تو نے عدم کا راستہ اختیار ہی کرنا تھا تو

میرے ساتھ کا تو انتظار کر لیتا۔ ہائے میرے ہائے سہرے
 پروں والے پرندے کیا تیری تجو کہ آج اس دنیا کے باغ
 میں ختم ہو چکی۔ کیا تو آئندہ اس ڈار میں نظر نہ آویگا۔
 ہائے ستم میرا مہنس آج غیر ملک کا مسافر بن گیا۔ اے میرے
 نوجوان بابو تیرے کالج کے گریجویٹ و انڈر گریجویٹ دوست تیرے
 کالج میں تیری غیر حاضری پر پروینسیر کو کس دردناک طور پر تیری
 موت کی خبر دینگے۔ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ اس خوبی و ریاضت کو تیرا
 ہی خون پینا ہے تو میں تجھے اس طرف رخ ہی کیوں کرنے دیتی
 اے پرمانتا کہن کن بد اعمالیوں کے ماتحت تو نے مجھے یہ صدمہ
 دیا۔ ناظرین اس کو انوپ سے اس قدر محبت تھی کہ بہت کم
 ماؤں کو اس قدر رافت اپنے بچوں سے ہوتی ہے غرض چار پانچ
 لاش کو چتا پر جو کہی وقت کے لحاظ سے پہلے ہی بناٹی گئی تھی
 رکھا گیا۔ چتا کو آگ لگائے وقت جس دردناک فغاں سے
 ظلم کی کشتہ مائی چلائی تھی اس کے واسطے الفاظ نہیں مل سکتے
 وچ چچ چچ کر کہتی ہے کہ ہے بہاؤ مجھ نلک کی ستائی
 ہوئی پرانا ظلم نکرو۔ میری آنکھوں کی پتلی کو اس طرح میرے
 پیاس رہنے دو۔ اس البوپی کو جب کو میں دنیا کی نعمت ہائے
 گونا گوں سے پالا ہے جب کو میں ریشمی اور زربفتی چیدہ لباس

پہنا پہنا کر خوش ہوتی تھی عین عالم شباب یعنی بہری جوانی
 میں میرے سامنے آگ لگائے ہو کیا تم کو رحم نہیں آتا
 میری آنکھوں پر ٹی بانڈہ دوتا کہ یہ حادثہ دیکھ نہ سکوں
 مگر یہ درد و غم آہ و زاریاں اس وقت کیا کر سکتیں
 شمسان بھومی ایک ڈراؤنا فقرا معلوم ہوتا تھا سبکی
 لگائیں چتا کی طرف بھٹیں۔ اتنے میں دردناک آواز سنائی
 دی کہ اے ایشور چو نہ میرے ناز و پیار مہنی و خوشی و عیزہ
 ہر چیز کا آج خاتمہ ہو چکا ہے اس لئے بہتر ہو گا کہ یہی آگ جس
 سے میرا پران پتی جل رہا ہے میری جان جلانیکا کام دیوے
 اے میرے سوامی تیری دائمی مفارقت میں مجھے طح طرح
 کی صعوبتیں سہنی پڑیں گی۔ نفرت اور حقارت کے زخم کھانے
 پڑیں گے۔ ہائے ان سب عہد و موٹو یہ ننھی سی جان کیسے برداشت
 کر سکیگی۔ کاش کہ تو مجھ کو اپنے ساتھ لے جا
 ناظرین شمسان بھومی میں سب کو یہ آواز سنائی دی مگر کسی
 کے منہ سے نکلتی ٹھوٹی معلوم نہ ہوئی البتہ اس وقت ایک قسم کا
 ڈوبوں بادل کی شکل میں نمودار ہوا جو ہماری بیکس معصوم
 دیوی کے دل کی آخری آہ تھی اور جس سے یہ درد و غم
 لوگوں کے کانوں میں خود بخود رسناٹا دی۔

ہائے جبروت بارہ سال محسوس ویو ہی پر پورا آگ لھا
 سے اس کی ہیشہ کی بیوگی کا خیال تعلیم یافتہ نوجوانوں پر
 عکس ڈالتا تھا۔ وہ دل ہی دہیں کھڑی تھی ادھیچ و تاب
 کہلاتی تھی۔ مگر بڑے گوں کا لحاظ اور رفتار زمانہ مانع کھٹی کوئی
 کچھ بولی نہیں سکتا تھا۔ آخر ش عناصروں سے اپنا اپنا
 حصہ لے کر جسم کی سہتی کا خاتمہ کر دیا اور تمام عزیز
 و اقربا جو الوپ کے پسینہ کی جگہ اپنا خون بہاتے تھے اور
 اُس کی ذرا سی تکلیف سے بے چین ہو جاتے تھے اب اپنے
 ہاتھوں سے اسکو خاک سیاہ کر کے کھوٹ کو سدھا رہے۔
 افسوس جب کو شام کے وقت گھر کے دروازہ کے اندر
 خوف آتا تھا آج تن تنہا ششمان پہنی میں ڈیرہ ڈالے
 پڑا ہے۔ پیار یو یہ وہی جگہ ہے جہاں بڑے بڑے دیوتاؤں
 بڑے بڑے راجو کو دنیا کی معیتوں سے چھٹکارا پا کر آرام
 ملتا ہے سیکڑوں کیا لکھا لکھوں اور کڑوڑوں خدا کے
 بندے دنیا کو ہمیشہ کے لئے سلام کر کے سو رہے
 ہیں۔ زلزلہ پر زلزلہ آتا ہے مگر کروٹ نہیں بدستے وہی
 سو رہے وہی چاند وہی دن وہی رات مگر نصف یہ کہ
 آہنگہ نہیں کہلتی۔ پہلی کی چمک۔۔۔ بعد کی کڑک ان کے

آرام میں نخل نہیں ڈال سکتی۔ اسے عزیز النوب اسباجہ کو بھی
مجبوراً ان کے سہارے چھوڑنے میں تو دینا میں یوں ہی آیا
اور چلیدیا۔ جوانی کی تمام انگلیں تیر سے دھیں رہیں تب تکوز زندگی
کا لطیف لہیب نہوا۔ اسے پوتر ہر دم کے واسے عزیز النوب پر مانتا
تیرے آتما کو شنائی دیو سے اور تیرے پس ماندگان کو صبر عطا

کریاں سکھنا

حروف - ناظرین جانتا کہ میرا قیاس اور خیال ہے مندرجہ
بالا حقیقی جائگہ از اور وسوز سرگدشت کو پھر نہ صرف ایسے انسان
ہی جن میں ہمدردی رحم اور انسانیت کی بوبے کف افسوس لٹیکے
بلکہ سخت سے سخت سنگدل بھی ایک دفعہ کلیجہ پھر ڈگر رجھا دینگے اور
بے رحم مشونکا دل پانی کی صورت پھر ڈگر آنکھوں کے راستہ سے
جاوینگا۔ میں عام بہائیوں کے سدھار کی واسطے نمودا اور مروجہ
النوب کے نزدیک رشتہ داروں کے واسطے یعنی اپنے مہربان
لالہ منہراج صاحب جنکو سب سے زیادہ صدمہ پہنچا ہوگا اور لالہ

پوٹا مل صاحب دلالہ دیارام صاحب سے دلی ہمدردی اور انوس
نظارہ پر کرنے کے کے بورڈوں کی چند سطروں تحریر کرتا ہوں جو کہ ان
کے ہر دلوں میں شانتی پیدا کر نیگی۔ بشرطیکہ انکو دچاے سطلانہ
کیا جاوے۔

مترو! سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم سب کو موت کیوں بھیجا تاکہ نظر
آئی نہتے اس کا جواب گو مختصر سا ہے مگر جن سبوں نے اس
مضمون پر کبھی دچاڑ تاک نہیں کیا انکو ذرا مشکل معلوم ہو گا
اس کا جواب صرف یہ ہے کہ ”ہم موت کو یاد نہیں کرتے ہیں“
حالانکہ وہ ہمارے اپنے سروں پر اور ہمارے بال بچوں عزیز
واقربا کے سروں پر کھڑی ہو کر ہر گھڑی کیا بلکہ ہر منٹ
اور سیکنڈ ڈنکے کی چوٹا پکار رہی ہے کہ اسے ہمارے دنیا کے
مسافرو! آخرت کے واسطے ہر دم تیار رہو۔ مگر باوجود اسکے
دنیا کی بے ثباتی اور چند روز قیام کا خیال تاک ہمارے دلوں
میں نہیں آتا ہے ہم اہمیت کو بھول کر اس فانی چیز کو ایک
وامی چیز تصور کر کے عیش و عشرت میں ست ہوئے ہوئے طرح طرح
کی ہٹ دہریاں کرتے ہیں اور سنار کو نرک و ہام بنا کر اپنا
پر لوک بگاڑ رہے ہیں۔ کیا ہمارے مرحوم انوپ کی خوبصورتی۔
لوجوانی۔ علمی لیاقت۔ خوش خلقی۔ اور ان سب اوصاف

کے مقابلہ میں اچانک موت کا مدد نہ ہو کہ یہ سبق نہیں
 دیتا ہے کہ ہم موت کو ہر لحظہ یا در کہیں جو ہماری موجودہ دنیا کی
 خوشحالی اور پرلوک کے سدھار کا باعث ہوگی مجھے اس
 موقع پر ایک مہاتما کا وہ اٹھیاں یاد آیا ہے جس سے
 موت نے چند روز بعد میں اس کا اثر ظاہر ہونا ثبوت ہوا ہے
 اگلے زمانہ میں ایک راجہ تھا جس کو فقیروں سا دھڑول
 کی صحبت اور ست سنگ کا ولی شوق تھا۔ اور یہ بات مسلمہ
 ہے کہ ”جو بندہ یا بندہ“ ایک روز وہ ایک ایسے مہاتما سا
 کے پاس جا نکلا کہ جو سوا عبادت الہی کے کسی بات سے
 سروکار نہیں رکھتا تھا۔ راجہ لگتا اس کی سب حرکت
 وسکنت کو دیکھتا اور تعجب ہوتا رہا۔ مگر باوجود کئی روز کے
 مشاہدہ کے راجہ نے معلوم کیا کہ وہ سا دھو بھوجن نہیں
 کرتے تھے۔ ایک روز راجہ نے دست بستہ عرض کی
 کہ ہے مہاراج میں سخت متحیر ہوں کہ آپ بھوجن بالکل نہیں
 کرتے اور پھر آپ کی زندگی قائم ہے اسکا کیا کارن ہے۔
 سا دھو نے فرمایا کہ ہے راجن بغیر بھوجن کسی کا ہی اس
 دنیا میں جینا محال بلکہ ناممکن امر ہے۔ ہاں اللہ و دنیاوی
 پدارتھوں کے بجائے میں تھوڑی سی گہاسن پتی کہہا کہ اس

شہریر کی پائلا کر سکتا ہوں۔ چنانچہ راجہ کی درخواست پر وہ جنگلی بوٹی جس پر مہاتما کا گزارہ تھا تھوڑی سی راجہ کو کہلائی گئی۔ چونکہ وہ بوٹی ایک بڑی طاقت و راور قوت والی چیز تھی اس لئے راجہ کے اندر بڑا جوش پیدا کر دیا۔ قاعدہ ہے کہ فقرا اسی جوش و قوت کو پر ماتما کی عبادتیں خرچ کرتے ہیں مگر وہ گہستی راجہ اس کے اثر سے زیادہ بھوک تھلاں لیتی مندرم کرنے لگا اور ساتھ ہی اس نے بوٹی کی ایسی طاقت دیکھ کر اپنی ایک لونڈی کو اس فقیر کے پاس بھیج دیا۔ اس خیال سے کہ جب کام دیو مجھ کو اس قدر ستاتا ہے مہاتما کا کیا حال ہوتا ہوگا۔ چنانچہ وہ خوب و لونڈی مہاتما کے سامنے ساری رات بیٹھی رہی مگر اس یوگی پریش نے اس کی طرف بیکارہ تک نہ کی۔ آخر شش بھکھو وہاں سے اٹھ کر اس نے ساری کیفیت راجہ کو سنائی۔ راجہ بڑا افسوس ہوا اور جا کر مہاتما سے اسکا سبب پوچھا جو اب بڑا کہ اس کا جواب تو پھر دیا جاوے گا مگر مجھے یوگ و دیا سے آج معلوم ہو رہا ہے کہ بے ارجن آج سے آٹھ روز بعد تم اس جہان سے کوچ کر جاؤ گے۔ یہ خبر سنکر راجہ کے پران اسی وقت خطا ہو گئے۔ وہاں سے گہرا کر ذکر کیا۔ رانیوں کو بھی شوک پایا۔ اہوا۔

بجائے اس کے کہ راجہ عیش و عشرت وغیرہ میں مصروف ہو جاتا
 وہ تو عباد میں لگا گیا اسکو روٹی تک گرہن کرنی بہول لگی ہاں
 البتہ اگر کوئی خیال اسکو آتا تھا تو وہی آٹھ روزہ موت کا وہ بدستور
 مہانتا کے پاس جاتا اور مہانتا اسکو وہی جنگلی بوٹی دن بدن زیادہ
 زیادہ مقدار میں کھانے کو دیتے غرضیکہ آٹھ روز گذر گئے اور راجہ بدستور
 زندہ رہا۔ نویں روزہ مہانتا سے کہنے لگا کہ اسے مہانتا پرش مجھ کو
 آپ کے عقیدہ کے مطابق موت تو نہیں آئی ہے۔ اسپر وہ مہانتا
 ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ ہے راجن پہلے تو مجھے یہ بتا کہ ان آٹھ
 روز میں کام دیو نے تجھے کون سا قدر تک کیا ہے اور علاوہ اس کے
 تو نے کتنی عیش و عشرت بہوگی ہے راجہ بولا کہ ہے مہاراج مجھے کون
 تک انگلی کا کرنے کا خیال نہیں رہا۔ عیش و عشرت اور بہوگ بلاس
 گیس ہلا کا نام ہے۔ موت کے ڈرنے مجھے سب کچھ بھلا دیا بلکہ
 اس بوٹی کا بھی اثر تک نہیں ہوا ہے۔ سادھو نے کہا کہ جب آٹھ روزہ
 موت کی یاد سے تم پر یہ اثر پیدا کر دیا تو ہے راجن مجھکو ہر گز ہی کیا ہر لحظہ
 بلکہ ہر ایک سانس تک نے پر ہی موت یاد ہے اور اس کے خوف سے تم
 باعما بیوں سے ڈرتے ہیں اس نے اس کے خوف سے جنگلی بوٹی
 وغیرہ ہم پر کیا اثر کر سکتی ہیں۔ راجہ کو اس سے گیان ہو گیا۔
 سوا کے پیارو۔ موت کا یا در کہنا ہکو مزدور متا کر میوں سے

سچا دیگا جب ہم بد اعمالی سے بچنے کے تو ہمیں ایسے ایسے بیہناک اور درو
ناک صدمہ نہ برداشت کرنے پڑیں گے۔

میرے پیارے بزرگوار بہائیو عزیزانوپ کے والدین نے جو یہ صدمہ
دیکھا اسکا کیا فی دینا سے جو تعلق ہے اس کی تشریح کے واسطے ذیل
کا اتنی اس خالی بازار نہ ہو گا :- راجہ دہتر ترشٹرنے جس وقت یہ سنا کہ
میرے ایک سوا کیا لڑکے لڑائی میں مارے گئے ہیں اور شاہی خاندان
کو روانہ کیا بالکل خاتمہ ہو گیا تو حیران ہو کر سری کرشن جی مہاراج سے پوچھنے
لگا کہ ہے مہاراج ایسا کونسا کارن ہے جس کی وجہ سے ایک تو میں
جنم کا اندھا ہوں اور پھر یہ جانکا از صدمہ جس کی فطرت دینا میں نہ ہو گی مجھ کو
پوچھتا ہے میرا یہ سننا انوارن کرو۔ اسپر سری کرشن مہاراج نے فرمایا کہ ہر
راجن تو کئی جنموں سے چونکہ یوگی ہے اور یوگ دیا جاتا ہے اس لئے میں
تم سے کہتا ہوں کہ اس یوگ دیا کے ذریعے کیا ان کے نیتروں سے
اپنے پچھلے جنموں میں جو جو کو کرم تو نے کئے ہیں ان کی پڑتال کر تیرا یہ مشا
خود بخود نور ہو جاوے گا چنانچہ راجہ دہتر ترشٹرنے اپنے سو جنم کے کرموں
کو دہ نیتروں سے دیکھا کہ کوئی ایسا سند کرم نظر نہ آیا جس کا یہ پہل ہو پھر مہاراج
کرشن دیو سے پوچھا کہ میں نے سو جنموں کے کرموں کی پڑتال کی ہے مجھ کو
کچھ بتیہ نہیں دے گا۔ مہاراج پوچھے کہ ہے راجن جنم جنم تروں کے کرموں کا پہل
انسان کو ملتا ہے تو اس سے زیادہ پہلے جنموں کی پڑتال کریش کرنا کہ راجہ

نے جب اس سے پہلے جنوں کے کمروں کی چڑمال کی تو کیا دیکھتا ہے
 کہیں ایک خیمہ ہے! اچھا یہ سے راج میں سب چیزیں موجود ہیں مگر ہنس
 دہنشی کا جوڑا میری بادشاہی میں نہ تھا چنانچہ میں نے یہ جوڑا وزیر کو اپنے
 بادشاہی میں موجود کر سکا حکم دیا وہ بٹھنکائی ہوا اگر اس کی ستری بڑی دانا
 تھی اس نے وزیر کو سیکشادی کہ تو بادشاہ سے عرض کر کہ شاہی باغ میں
 ایک حوض سنگ مرمر کا تیار کر داکر موتیوں کا تہاں اس کے سج میں رکھو اور
 ہنس دہنشی مزدار ڈٹے پھرتے یہاں آسکیں گے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اچانک
 ایک جوڑا ان پرندوں کا وہاں آ نکلا اور انہوں نے میری آگیا سے اپنی چوکی
 چگ لی میں نے اس جوڑے کو وہاں ہی رہنے اور آئندہ خوراک کیوں سٹے
 سوتی پہنچانیکا اقرار کر دیا کچھ عرصہ کے بعد ہنس نے انڈے دئے اور اس میں
 سے ایک چھوٹا ایک بچہ پیدا ہوا جب وہ کچھ بڑھے ہوئے تو ہنس دہنشی نے دربار
 میں جا کر عرض کی ہے راجن ہم دونوں اب اپنے وطن کو جاتے ہیں ہمارے
 بچوں کی تم کو حفاظت کرنی ہوگی چنانچہ میں نے انکو آگیا دیدی اور باغبان کو
 بلا کر وہ ایک سو ایک بچہ اس کی سپرد کر دیا۔

میں بد قسمتی کا مارا چوکی کو مستحق رہتا میرا بھانڈی حسب معمول اکیروڑ شاہکار کو
 گیا اور جب اسکو کوئی شکار نہ ملا تو اسی ہنس کے ایک بچہ کو جو اتفاقاً شاہی
 باغ کی فصیل سے اڑ کر وہاں پہر رہا تھا پکڑ لیا اور خوب مصالحوں کا کر رہا
 کہ کباب بنا کر اس نے بچے کھلایا اس کے ذریعہ سے میں اتنی پرسن ہوا

اور پانڈی کو انعام دیتے تھے کیونکہ آئندہ اسے یہاں سے لایا کر دے
 پانڈی یہ حکم پا کر روزانہ شاہی باغ سے ایک بچہ ہنس کاہ ورنے لگا اور بچہ کا
 کیا بکر کے کہلاتا۔ اتھاناجس روز وہ ایک سو ایک بچہ میریوان کو دیکھا
 تہ ہنس اور ہنسی کا جوڑا وطن سے واپس آکر وہ ہنس ایک سو ایک بچوں کو
 نہ پا کر وہ دوبار پر آجھانے لگے۔ اور بچہ سے اپنی مانتا مانگی۔ ہنس نے ہانچا
 کو لہوایا اور سارے سال اس نے ہنس میران کیا تو چھ بچہ لایا گیا اور سوچا
 ہو کر گریمار ہنسی جوڑا لایا گیا۔ لکی اور کھنٹ لکی کہ اسے راجہ تو رہا تھا
 کہ میرے ایک سو ایک بچے جو کہ میں نے ہارے پاس امانت چھوڑ دی تھی تو سب
 کہا۔ اسے اس بچہ کو ترس شایا۔ ہنس بولا کہ اسے ہنسی توڑ لایا کہ مرانا نیا
 کا رہی ہے ضرور اس کو اس کا بدلہ لینگا۔ کہہ کر وہ جوڑا وہاں سے اڑ گیا سوہت
 بہانج اب مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نیکو کرم کے بدلے آج مجھے یہ
 دن دیکھنا نصیب ہوا۔ پیار دینا۔ اتھاناجس ہیں سیکھتا ہے کہ گزشتہ بڑے
 کر مونکا پہل ہم کو بہ ضرورت پہونگنا ہے۔ اس واسطے صبر سے ہیں ایسے صبر
 برداشت کرنا چاہئیں۔ ہاں اللہ آئندہ کے واسطے موت کو یاد رکھ کر
 اور دیدوں شاستروں سے رشی مہاتمانے جو سادھن ہیں بتلائے ہیں
 اپنی عمل درآمد کر کے ہیں اپنا جیون سچل کرنا واجب ہے ہماری زندگی کی
 تقسیم اوقات ایسی ہونی چاہئے کہ ہم بہرہی بیکار نہ رہیں ہمارے ہر دے
 میں گنگے خیالات پناہ کریں ہو جاویں دید شاستر فرماتے ہیں ہر اک

انسان کو وہ اجیب ہے کہ پرانہ کال ضروری حاجات سے فارغ ہو کر شام
 کرے اور پھر ایک پرانا چٹا سروپ کی پچھے دل سے عبادت کرے جو اس کو اللہ
 اور درگزر کوں اور نور و مہا نور کی پوری سبب کی سبب توفیق ہو اور
 پرندوں کو کچھ خوراک دیوے اور پر پر خوراک ہو جس کو اس کے چوکر کے معاش کا چھ
 کرنا ہی ایک ضروری فرض ہے اس وقت سے کاروبار دنیاوی خواہ ملازمت ہو یا دکان
 کو تھری محنت اور پامانداری سے درہم انوار سر انجام کر کے معاشرت کا کٹر ہمارے
 اور مصیبت زدوں کی انکساریت میں شریک ہو کر ان کو اس سے ہمدردی کرنا چاہیو
 کی عبادت درگاہ ایزدی میں لگا دے عبادتوں میں ہر چیز کو گن کر کے کچھ عہدہ
 اور وفادار و مستول کی صحبتوں میں بسر کرے۔ یعنی سنت سنگ کرے۔ مگر روز
 زندگی کا یہ وقت نہایت خطرناک ہو گا۔ اس میں پورے خیال رکھے کہ نہ کسی کی چڑائی
 شے اور نہ خود کرے۔ آخر شے پاگندہ لڑتا کو بستر خوب پر ہر شے کرتا ہے اور ہر شے
 پہلے کال جاگ کر صبح تند کرہ بالا دنیا کے کل کاروبار اپنے ضمیر کی بدلتی کے
 سطحی رست و راست سچا کر اور پرانا پر پور اور شوں رکھ کر اپنی عارضی زندگی میں
 کرے۔ دنیاوی خوشیوں مثلاً دین پیر وغیرہ پدارتھوں کی پرستی چرند حد سے زیا
 خوشی کرے۔ اور موت و غیرہ کے موقع پر نشانی سے کام لےوے۔ پیار و مر
 منہ وہی ہے جس میں پروا پکار کرتے ہوئے غم مرن کے بندہ بنی چور ہی کے
 چکر سے آپکی خلاصی ہو جاوے گی اور صرف ہی غم میں آپ میں یوں پرانا کا دشمن
 کر سکتے ہو جو آپ کے ہر وہ میں اس طرح پر جان ہے جس طرح کہ وہ اس کے ہر وہ

ہیں نہ ستر نہ سہرہ باوجود نزدیک تر ہونیکے خود آنکھوں کو دکھائی نہیں دیتا ہے ہاں البتہ
 آپہ اس ستر کو ایک صاف آئینہ سے دیکھ سکتے ہیں ہر ماننا جوتی سر دیکھ کا اگر آپ دین
 کرنے کے خواہشمند ہیں تو اسکو من روپیہ آئینہ سے دیکھ لو گھر خیر و امن روپیہ آئینہ کو
 پہلے خوب صاف کر کے چمکا دینی کام کر دہ۔ لو کہہ۔ سوہ آدمی کسی پرکار کی میں
 اس پر نہ رہ جب ہمارا من روپیہ شیشہ صاف ہو جاوے گا تو ہم خود بخود ہی اس کے
 زلیخہ رہا مٹا کی منوہر جوت کا دھڑن کر لو گے اور اس میں لگا لیا آرم اور لگا کتس آئند
 سے آپ کو دنیا کی خواہشیں اور تمنا میں اور خوشیاں سچے نظر آؤ گی۔ اور پھر اس کا
 میں آپ کا بیچم چھل ہو جاوے گا اور آپ ہو سارے پار ہو جائے گے۔

نہ ستر نہ رہا اور نہ سہرہ اب باقی	زمیں کہا گئی یہ جواں کیسے کیسے
نہ گور نہ سکند نہ بہت قبر دارا	سے نامیوں کے نشان کیسے کیسے

پیارو کہاں ہیں راجہ راجہ راجے لگیا کاری پتر جنہوں نے اپنے تپا کے
 اقرار کے بموجب رانی نکلی کی لگیا پالن کر نیکی واسطے اور دنیا گری کی بادشاہی تک
 خیال چھوڑ دیا اور بارہ برس کا بن باس اختیار کرنا منظور کر لیا کہاں ہیں لھجی
 جیسے دہرم دیر اور بھتی بہائی جنہوں نے دنیا کی عیش و عشرت سے منہ موڑ
 کر اپنے بہائی کا ساتھ دینا منظور کیا کہاں ہیں رادن جیسے ملی اور اہمانی جو
 دنیا میں اپنی برابر کسی دوسرے کو سمجھتے تک نہ سمجھے ہائے کہاں ہیں راجہ پتر
 جیسے دہر ماتا راجہ جنہوں نے بادشاہی کیا بلکہ تری پتر اور اپنی مان تک اس پر
 کے اسوگات سودے میں دیدی اور کہاں ہیں تاروں جیسے مالدار اور کچھس بادشاہ

جنہوں نے روپیہ کے لالچ میں گورتان تک کہہ دیا تھا۔ کہاں میں دلا اور کس قدر
 جیسے شہنشاہ جنہوں نے اپنی غلط اور بہادری کی دنیا میں دھوم مچا دی
 ہائے کہاں ہیں ہماری مرحوم ملک و کٹوریہ جس کے راج پر شوج خوب ہو مگانام
 تاکہ نہ یقیناً تھا کہاں ہیں سرگور کو بندہ شکستہ جیسے دہری اور شور میر جنہوں نے
 دہرم اور قوم کی خاطر نہ صرف اپنا ہی سین دیا بلکہ اپنے نو جوان لڑکے دہرم کے بلی
 دان کئے کہاں ہیں سرگور سوامی دیا نہ سر سوئی جیسے ودوان ریشی ریفارمر
 جنہوں نے اپنی چند روزہ زندگی میں بھارت دش کی کایا پلٹ دی ہندو
 دہرم کی انوکھی تبدیلی کر کے دہرم پر جان قربان کر دی۔ کہاں ہیں رستم جیسے
 بہادر یوسف جیسے خولہ دوتان سین اور باجوا دوسے جیسے راگی لہان
 - اسٹو اور فلاطون جیسے حکما، جنگلی حاکمت کا شہرہ چارواگ عالم ہیں
 مشہور تھا۔ گہرے آبنوس اپنی زندگی کی واسطے وہ بھی کچھ حکمت نہ سیکھے
 اور چل دیئے۔ پیار و جوانی نہ یہاں فرس گل یہ بھی سونا سو پکار نکلتے تھے
 اور تکریر سے جن کے ناز کا رکاں عرش بریں پر تھا اور جنگو قہقہے اور خندے
 کے سوائے دم بہ آرام نہ تھا خاکیں زیر زمین یوں چل بسے کہ نشان تک
 نہ رہا غرضیکہ کس کس کو یاد کریں اور رو دیں جبکہ موجودہ چاند ستارے سو بچ
 اور پرتھوی سمندر اور پربت آدمی سب پڑا رہتہ کئی بار نشٹ ہوئے اور ہونگے تو کیا
 بہاؤ ان غانی چیزوں کی خاطر جھکے واسطے بقا کا نام تک لینا مناسب نہیں ہے
 ہمارا شوک مناسب ہے ہرگز نہیں۔ اس بڑے سنسار میں ہمارے کروڑوں

پتا پتیر ستر می اور بہائی گزر چکے ہیں اس لئے رشتہ داروں کے سلام کو
 بجلی کی جھک سمجھ کر شوک نہ کرو۔ اور شنائت چیت ہو جاؤ۔ اوم شنائت شنائت
 رام گیو راؤں گیو جان بڑہ پروار بڑہ کھوناک تہر کر پھوہیں پھوہیں سہیل سہا

غزل

یوسف دیریں دغذرا علی ولعین سے
 عاشق کامل رتھے یہ لاکھوں سچا دل ہے
 انوری دوسری و حاجی نظامی غفری
 سب کے سب سلطانِ اقلیم تھے چلے
 تھے جو کھان و ارشوا و افلاطون حکیم
 کچھ نہ حکمت زندگی کی اپنی سیکھے چلے
 بول علی سے بھی ہزاروں آتے دنیا میں
 موت کی وار و کہیں پہ نہ لائے چلے
 سا تہ جن کے تباہا نہ نہ شکرِ نفع و سپنا
 ایک نہ ساعت بھی نہ ٹھہرے جھٹکا و عدنا
 دیکھتے ہی دیکھتے اکثر عزیز و آشنا
 ہا سے کوئی بھی نہ پٹا لائے پوچھی کچھ بڑ
 چل بٹیکے ایک دن ہم ہی اسی صورت آہ
 جیسے چل بنایاں اور دن کا ہم کھین آہ
 خانہ ہل میں جانے کا ذرا تو نہ کیا کر
 کہوں انہیں دیکھ کر عکسی بار کیسے چلے

نہ نہ

نالہ بلبیل شید آؤ صفا بنس منکر
اب جو کہ تمام کے پیو میری باری می

دار و بانجہ بیکندہ سار شاہ
مست زین پستیکر و اس کے چلے گئے
ہلال نور و دل بہار جان نواز بیکندہ
مست زین پستیکر و اس کے چلے گئے

الوپ

جس میں نوجوان الوپ کی دردناک موت یعنی سچے واقعہ
کا ذکر ہے۔ اور دیکھ روپی سنار سے پار آتریکے وسط
گیان شیکشادی گئی

مصنف

رائزادہ لال چند سکھ احمد آباد میڈیاٹر ریلوے سکول -
ڈیڈوٹ کالری

سطح ستیہ دہرم پرچارک بہریدوار میں طبع ہوا
اس کتاب کا حق تصنیف باغی ستیہ رام ملہوترا کے نام محفوظ ہے کوئی صاحب
ملا اجازت نہ پائے کاغذ نہ کریں

सा० संख्या

पत्रम् ।

पंजिका संख्या

५५

पुस्तकों पर सर्वप्रकार की निशानियां लगाना
अनुचित है ।

कोई विद्यार्थी पन्द्रह दिन से अधिक पुस्तक नहीं
रख सकता ।

किताब

लेखक की
नं०

نظم

آپ نے سینکڑوں ناول اور کتابیں ملاحظہ فرمائی ہونگی
 مگر ایسا دردناک تجربہ تک پہنچا وافتنہ آپ نے سنا ہوگا
 اور نہ پڑھا ہوگا۔ اس کتاب میں صرف دردناک حادثہ کا
 ہی ذکر نہیں ہے بلکہ سچے پرماتما کو ملنے اور شانت چت
 ہو جانیکا پورا پورا راستہ بتایا گیا ہے۔ فرائض انسانی
 طرز زندگی کا پورا پورا سبق صاحبانِ حسنِ ہمار باب
 بصیرت اس کو ملاحظہ فرما کر سیکھ سکتے ہیں۔

مولف



زمین چن گل کہلاتی ہے کیا کیا
بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے

سن ۱۹۸۰ کا سال صوف کٹھنر جنت نظیر کے آبی طوفان سے تباہی کے
باعث ہی مشہور نہیں رہ سکا بلکہ اس نے جو تباہی اور تہصیبت
سوار سے شہر احمد آباد پر ڈالی ہے وہ بھی صفحہ ہستی کے نگین
ریکارڈ پر یا وگزار سکی۔ ناظرین پیشتر اس کے کہ اُس تباہی
کا ذکر ناہوں اس شہر کا تہوڑا ساحل بیان کرنا مناسب
سمجھتا ہوں۔ ضلع جہلم میں یہ شہر بہدر اوتی نگر کے
نام سے کسی گزشتہ زمانہ میں جبکا ٹھیک وقت معلوم نہیں
کوسوں میں آباد تھا۔ مذکور ناہیجار سے اس کی عظمت و شان
آبادی و رونق پر رشک کہا یا۔ اور کیخف اسکو ایسا آباد و سوار
کیا کہ سو اسے کہند رات اور راکھ کے ڈھیر کے اس جگہ آج
کل بچہ نظر ہی نہیں آتا۔ ہاں شہر مذکورہ کی دولتمندی کا ثبوت
بارشی ایام میں ان کہند رات سے چاندی۔ سونے اور تانبے
کے چرانے سے آجک برابر دستیاب ہوئی ہے پورا پورا ملتا
اکثر سیا جان اگدیہ ان کہند رات کو دیکھنے اور پرانے سیکل
کی تلاش کے واسطے یہاں آئے ہیں آجکل ان کہند رات سے
قریباً ایک میل گوشہ جنوب کی طرف بربوریا سے جہلم ایک

شہر بنام احمد آباد واقع ہے جس کے گوشہ شر تراجنو اور
 قدرے شمالاً دریا کی لہریں موجزن ہیں۔ جنہوں نے نہ صرف شہر کو
 خوبصورت نظارہ ہی دیا ہے بلکہ اس کی تباہی کا خاص باعث
 یہی ہے۔ شہر مذکورہ کے گوشہ شمال میں ایک میل کی دوری پر
 وہی قدرتی کینڈرات پہاڑی کی شکل میں واقع ہیں جنہرے
 دور دور کا نظارہ نظر آتا ہے۔ شہر مذکورہ کو ایک پُرالی پل نے
 دو حصوں میں تقسیم کر کے نئے اور پرانے شہر کے نام سے
 ملقب کر دیا ہے۔ گو کسی زمانہ میں یہ شہر پوری شان و شوکت
 پر تھا۔ مگر فی زمانہ محکمہ بیکاری کے ساجیٹ تقریباً سارے شہر
 میں موجود ہیں علاوہ اس کے بیوپار اور روزگار کی حالت
 بھی ابتر ہو گئی ہے۔ گو مدت سے دریائے جہلم اس شہر کے در
 دزبر کرنے کے درپے تھا اور کئی دفعہ پیشتر ازیں شہر کے مکانات
 کو غارت کر چکا ہے۔ مگر ماہ جون ۱۹۳۷ء میں دریائے اپنی معمولی
 حالت بدل کر ایک دہشت ناک اور تہر آلودہ صورت اختیار کر لی
 آنا مانا اس کا رخ بدل گیا۔ اور یہ شہر کو غارت کرنے کے درپے
 ہو گیا۔ چونکہ شہر مذکورہ ایک بلند ٹیلہ پر واقع ہے اس واسطے
 خواجہ خضر کے بلیاروں کو بہت کم تکلیف کرنی پڑتی تھی۔ کیونکہ
 دریا کی ڈہاہ سے اگر ایک مکان گرنے لگا تو تہا تو کسی متعلقہ عمارت و

سے رزاں ہو کر خود بخود گر جاتے تھے اور بہیمانہ نظارہ پیدا
 کر دیتے تھے۔ غرضیکہ ہفتہ عشرہ میں قیر باد و صدمہ سے زیادہ مکانات
 دریا بارشاہ نے نذرے لئے ناظرین اس موقع پر نہایت سخت سے سخت
 پتھر دل آدی بھی آئے اور حسرت سے اس دروناک
 تباہی کو دیکھ کر بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ جبکہ وہ اُن غریب اور بیوہ
 عورتوں کی حالت پر نگاہ ڈالتا تھا جن کا کوئی وارث نہ تھا۔ اور ضرر
 مکان خام ہی ویاوی جاندا تھی۔ دریا کے کنارے کپڑے
 ہوئے اپنے مکانات کو اس میں بہینٹ ہوتے ہوئے
 دیکھتی تھیں اور آہ و زاری سے دروناک نالہ و نغاں کرتی مٹائی
 دیتی تھیں۔ اسی پر اکتفا نہ کرتی تھیں بلکہ بے سرو سامان اور
 بے خانناں ہونے کے علاوہ انکو باقی ماندہ دم زندگی گزارنے
 کے واسطے کوئی رہائش گاہ نہ ملتی تھی۔ کئی بچارے مرد و زن
 جبکہ اس حال و در کا نام نہ تھا اپنے مکانات کا نصف بلکہ بطور مزدوری
 دیکر اس کو گرانے کے واسطے مجبور ہو گئے۔ تاکہ کچھ کڑی وغیرہ
 بچ رہے مگر طرہ یہ کہ ایسے بچتوں کو ملکہ کڑی رکھے میوہ واسطے
 جگہ کا ملنا تو درکنار رہائشی مکان تاک ملنا و شور ہو گیا ہاں ملے
 کہاں سے ایک معمولی آبادی کا شہر اور پھر اس میں قریباً نصف
 مکانات کا گرجا ناگوچن کے مکانات ابھی اس صدمے سے محفوظ تھے

انہوں نے بڑی فراخ جوصلگی سے کئی مہینے زوروں کو خود بخلاف اختیار
 کر اپنے مکان کا حصہ دیا۔ مگر اس قدر جس قدر رنج و غصہ تھی۔ آخر
 کل جاہلیوں کے گھس۔ اور بعضوں کو میدان میں عارضی ڈیرے بنائے
 پڑے۔ چنانچہ ایک روز دراندازی پر ایٹوٹ ٹرل سکول کے طلبہ
 کو مجمعہ ماشران کے بوجہ خالی کر دینے پر مجبور ہوئے۔ مکان، مکان، مکان
 کو میدان میں ڈیرہ لگانا پڑا اور ہتھان سکول حیران تھے کہ کیا نظام
 کیا جاوے۔ بیوہ و غریب مستورات جبوقت اپنے مکان کو
 دریا پر دھوئے دیکھتی تھیں اور اپنی قدیم محلہ داریوں کی مدامی
 جہائی دیکھ کر پسینے کی سی دوسری فضاں کرتی تھیں کہ شہر ایک
 ماتم کہہ نظر آتا تھا۔ یعنی مکانات ایسے عالیشان اور تازہ تعمیر شدہ
 تھے کہ ابھی تک پہلے ہوئے۔ تھے اور گردان کے واسطے پانی کی
 فتح پر رشک کرتی تھی۔ ہائے ایسے مکانات کے وارثوں کو اپنے
 ہاتھ سے اٹھا کر ان کیسے دوسرے معلوم ہوتا تھا۔ کچھ تو بلحاظ روزگار و
 بیوپاریہ شہر قسمت کا مارا آگئے ہی گت و رہہ پر پہنچ چکا تھا مگر ملک
 ناہنجار نے اسپر بھی مہر نکھار رہے سہتوں کو بے خانہ مال و املاک
 کر دیا۔ حکام وقت جن کی رعایا پروری اور عدلیہ گتہری مشہور
 عالم ہے (کی طرف سے) اب تک ایسی سرور مہری رہی کہ باوجود طریوں
 ست و سہم پر چار کے وغیرہ وغیرہ اخبارات میں کالم سیاہ

کئے جانے کے اور میو ریل بھیجے جانے کے کچھ پرواہ نہ کی
 گئی۔ ہاں اگر دوسرے پہلو پر سوچا جاوے تو واقعی ساکنان
 احمد آباد کی اپنی غلطی اور قصور کی سزا کو رمنٹ کی موجودہ مو
 ہے۔ کیونکہ ۶ سال گزرے ہیں کہ گورنمنٹ نے شہر داروں
 کی درخواست پر انکو پوری امداد دینی منظور کر لی تھی بشرطیکہ شہر دار
 خود کچھ چندہ کریں مگر ہائے بے علمی تو نے کئی گہری صرف برباد
 نہیں کئے بلکہ شہر کے شہر تری بدولت ویران ہو گئے شہر
 کے چند بے علم دشمنوں نے ایسے موقع پر چندہ دینے
 اور امداد لینے سے قطعاً انکار کر دیا جس پر گورنمنٹ نے تعلق
 چھوڑ دیا۔ ہائے وہ شہر کے دشمن کیا بلکہ اپنی جان و مال کے
 دشمن اب کہاں ہیں کیا ان کے آسٹو ایسے دردناک موقعہ
 پر نہیں نکلتے ہونگے جب کہ بیوہ اور منکھوم عورتوں کے دل کا دھواں
 ان کے دماغ میں چڑکے اور آہوں سے سرد ہو کر اور بھی قطرہ نہ کر
 اس کی آنکھوں سے نکلنے کو تیار ہو گیا ہے۔ مگر نہیں ان بیچاروں
 کا کیا قصور۔ پر مانتا کی طرف سے جس شہر پر تعصبت نازل ہوئی ہے
 اُس کے فرو کرنے کے واسطے سوائے پر مانتا کے اور کوئی نہیں
 کر سکتا ہے۔ نھری کے آگے تدبیریں لا حاصل نظر آتی
 ہیں۔ اب دریائے اٹلٹارخ پلٹا ہے۔ اور حسد

سخا استہ اگر چند سے یہی حالت رہی تو شہر کی شمالی زمینوں کو
تہ وہالا کرتا ہوا سارے شہر کو گرائے گا۔

امید کیجاتی ہے کہ گورنمنٹ عالیہ جس کی رعایا پروری
اور دادگستری اور غربا پروری مشہور عالم ہے ضرور نتیجہ
فرما کر اپنی بے بس رعیت کے واسطے دلی ہمدردی سے
کام بیگی اور شہر کو بچانے کی کوشش کریگی۔

ناظرین دریا نے صرف مکان کے گزرنے پر ہی اکتفا نہیں
کیا بلکہ ذیل کا دردناک واقعہ اس کی ظلم - سردمہری اور
بے دردی کا پورا پورا ثبوت ہے۔

فصل دوم

تبدیل کے قسمت کی برائی نہیں ملتی

بگڑی ہوئی تعمیر بنائی نہیں جاتی

تسلسلہ ۱۹ کے ٹھیک پانچ بجے تھے صبح کا وقت تہا
ایک رڑکی جس کی عمر تقریباً بارہ یا تیرہ برس کی ہو گئی پر مانتا نے
جس کمال کے ساتھ اسے لیاقت اور سلیقہ عطا کیا تھا دیکھ
ہی شرم و حیا کی اس خوبی سے جو مستورات کے لئے ضروری ہے
محروم نہیں رکھا تھا آج اسے اپنے پتی کے ہمراہ والدین کا گھر
چھوڑ کر شادی کے بعد پہلی ہی دفعہ سسرال میں جانا تھا گو والد
گھر کی جہائے کے باعث اور والدین کی علیحدگی کی خاطر بہو بیٹیوں
کی طرح ہماری دیوی کی ظاہر صورت اور اس نظر آتی تھی مگر چونکہ
اس نے ایک طرح کی نئی زندگی میں پتی و سہم پالن کے اور
گرہست آشرم نہانے کی امید میں داخل ہونا تھا اس واسطے
اسکی دینی مسرت کو وہی جانتی ہوگی چنانچہ صبح ہی لباس وغیرہ
تبدیل کر کے اور اپنی سہیلیوں سے مل ملا کر چلنے کی تیاری کر دی

ناظرین اس دیوی کے حسب نسب کی بابت صرف اتنا
 ہی لکھنا کافی ہوگا کہ یہ ہمارے ایک شریف مہمن بہائی کی دختر
 ہے۔ لیاقت اور سلیقہ خانہ داری میں پوری لائق۔ علاوہ
 سادہ مزاج اور سادہ دل ہونے کے نیک خیالات والی اور
 پاک سرشت لڑکی ہے آج یہ دیوی اپنے سوامی مٹرانوپ
 کے ہمراہ جو کہ واقعی اہم باسئی ہے اپنی سسرال میں جانے
 کیواسطے گہرے روانہ ہوئی ہے۔ ہمارے نوجوان انوپ کے بارے
 میں صرف اس قدر لکھنا کافی ہوگا کہ یہ نوجوان قریباً ۸ برس
 کی عمر کا بانکا جوان شہر بہرہ کا سکونت ہمارے مہربان لالہ
 مہراج کپٹی انسپکٹر پولیس کا فرزند اکبر ہے۔ علمی لیاقت۔
 مہناری۔ محبت اور جلیبی میں یہ نوجوان یکساں زمانہ بہتا آج
 کل لاہور کالج میں ایف۔ اے۔ کلاس میں تعلیم پاتا تھا رخصتوں
 پر گہرا آیا ہوا تھا جہاں سے اپنی دہرم پتی کو لیے اور علاوہ اس
 کے ایک قریبی رشتہ دار کے شادی میں شامل ہونیکے واسطے
 یہاں آیا تھا۔ غرضیکہ جبوقت یہ جوڑا مہر اپنے والدین کے
 گھر سے روانہ ہوا تو راستہ میں جو کوئی ہمارے نوجوان مٹرانوپ
 سے ملا اسے خوش اخلاقی اور خوش وضعی سے کشادہ
 پیشانی پورے جنٹلمینوں کی طرح اس سے الوداعی الفاظ

کے قریب ہر ایک مروزن ساکنان احمد آباد اس نوجوان
 کی خوش اخلاقی اور حلیمی کے مباح حقے کیونکہ اس نے تہوڑیے
 ایام قیام میں سب کے دل متحیر کر لئے تھے۔ مگر ہائے
 فلک تیراستی تاس ہو۔ اکیلا انسان دنیا میں گزرا ہے
 جس کے اوصاف پر تجھے رشک آتا ہو۔ ہائے تیری نگاہ اس
 کبخت جوڑے پر بھی جا پڑی۔ اور تو حسرت کی نگاہ سے
 ہنسو دیکھنے لگا، کشتی کا محضول ہیکیدار اں گزر کو دیکر
 ہمارا نوجوان انوف معہ دیگر رشتہ داروں کے سوار ہو گیا
 مگر سوار ہوتے ہی اس کے خیالات نے پلٹا کہا یا اور شرم
 دیا لے دامن پکڑا اپنے ماموں لالہ دیارام سے جو کہ پاس
 ہی تھا آہستہ آہستہ یہ الفاظ کہہ کر کہہ کر اپنے والد سے
 اور ساس اور والدہ کے رد برواہنی دہرم پتی کے ہمراہ جانے
 سے شرم آتا ہے بہتر ہو گا کہ میں الگ دوسری کشتی میں آج شام
 کو ناکل صبح چلا جاؤں گا یہ الفاظ کہہ کر جب کشتی سے کو داپنا
 کرایہ یعنی محضول گزرا پس لے اپنے ماموں کے ہمراہ واپس
 بازار جانے کو تیار ہو گیا ہر چند سب نے ضد کی اور پکارا مگر
 تقدیر نے کسی کی پیش نہ چلنی دی پیار سے ناظرین سہاے
 نوجوان غریب انوف کو یہ معلوم نہ تھا کہ فرشتہ اجل میری زندگی

کے مکان کے نیچے سڑک نہا چکا ہے اور اب اس میں
 باروت پھہرا رہا ہے اور کوئی دم میں آگ لگا کر آسکر پڑے
 کے در پہلے ہے گو وہ محضول وغیرہ دیگر کشتی پر سوار ہو چکا تھا
 مگر تقدیر یا غیبی طاقت نے اس کے کانوں میں شرم و حیا کا
 لفظ پھونک کر اس کی کشتی سے اترنے کے واسطے مجبور کر دیا۔
 کسی نے سچ کہا ہے۔

بیاں لحظہ بہ یک عتابہ یکم دگر گوں مشیوہ احوال عالم

فصل سویم

بے چلا گئیں جن سے گل اڑا کر حیف صد
 باغبان ہے بے خبر دربان ہیں سوئے ہوئے
 انوپ ہائے انوپ! آج جہلم کا دریا اپنے پور سے زور
 شور سے بہ رہا ہے خاص کر اپنی درشتی و تیز رفتاری سے
 ساکنان احمد آباد کے دروں کو دھڑکار رہا ہے گویا پور سے
 جوش و خروش میں ہے اس کی نگاہ آج جو ننجا روں کی طرح

بیٹھ شیخ سی نظر آ رہی ہے۔ اس وقت ایک نوجوان
 اشنان سے نارغ ہو کر کسی پاس والے سے باتیں کر رہا ہے
 کو سامنے سے ایک اور آدمی نے جو حسب معمول پر ماتھا کی
 عبادت مکمل کے واسطے کنارے دریا پر کھڑا ہے اچانک
 دریا میں ہاتھ اٹھتے دیکھ کر زور سے پکارا۔ پکڑیو۔ پکڑیو
 کوئی ڈوب جاتا ہے ناظرین ان الفاظ نے ہمارے نوجوان
 کو جبکہ ہم لالہ دیارام کہہ سکتے ہیں لرزادیا اور جو ہیں بسے
 منہ موڑا اپنے عزیز انوپ کو نہ پایا یکدم غوغا و شور مچا کہ ہاں
 میرا انوپ ڈوب گیا پکڑیو پکڑیو۔ یہ الفاظ سننے ہی ایک
 شریف آدمی نے چھلانگ ماری مگر وہاں دریا کا اس قدر
 زور تھا کہ الٹی منہ کی کہا جی اور غریق کا کوئی نشان تک ظاہر
 نہ ہوا۔ ناظرین ہمارا نوجوان عزیز انوپ کشتی سے اتر کر
 شہر سے حمایت کر داکر اپنے ماموں لالہ دیارام کے
 ہمراہ اشنان کے واسطے دریا پر آیا تھا اور دیارام نے
 تو ہنسا کہ اپنے ایک رشتہ دار سے باتیں شروع کر دیں مگر
 نوجوان انوپ نے جو ہیں دریا پر قدم رکھا اجل نے اس
 کو ایسا دھکا دیا کہ چشم زدن میں پانی اسکو کھانے کہاں
 لیک گیا۔ صرف ایک دفعہ اس کے ہاتھ باہر نکلے اور پھر پتہ

نشان بالکل نثارو۔ دریا پر فوراً ہی گہرام کھینچ کیا۔ آنا نانا یہ خبر
شہر میں پہنچی۔ مروندن خور دکان آہ و نالہ گناں کنارہ دریا
پر آئے تھے لالہ دیارام اور دوسرے رشتہ داروں نے بہت تلاش
کی مگر کچھ پتہ نہ ملا سکی آنکھوں کے آگے حسرت و اندوہ کی تصویریں
پھرنے لگیں اور حیران پریشان شہر میں واپس آگئے وہ منہ
چشم زدن میں غائب ہو گیا

مولفہ - ہائے انسان کیا کیا امیدیں باندھتا ہے۔
زمین و آسمان کے قلابے لادیتا ہے بے پروا کی طرح اٹل ہے خواہ
مخواد جائے سے باہر ٹھوہا جاتا ہے لیکن جوں ہی دست اجل کے
تا بو چڑھا دم بہر کی ہی مہلت نہیں ملتی پہرہ امیدیں امیدیں
رہ جاتی ہیں۔ مال کو بچہ کے پیدا ہونے پر کتنی خوشی ہوتی ہے
وہ محبت کی پتلی اپنے خیالات میں ہی اُسے نوجوان برسرِ روزگار
شاد و شمشاد نہیں نہیں بلکہ پوتوں نواسوں والا فرزند کر
لیتی ہے۔ لیکن آہ ظالم موت۔ بیچاری کے ہوائی حملوں
کو کس طرح خاکیں لادیتی ہے کوئی ہی ایسا خوش نصیب ہو گا
جس کی امیدیں اس کے خیالات کے موافق برآئی ہونگی۔
ہائے! ہائے! اعغوب تو اس وقت ہوتا ہے جبکہ یوقت موت
میں عالم شباب میں کسی کے پیچھے پڑ جاتی ہے۔ ناظرین ذرا

دل تھامے۔ آنسوؤں کو روک لیجئے۔ میرا تلم لڑک رہا ہے
 اور جوش گریہ ہے کہ خود بخود اٹھ اچلا آتا ہے جبکہ مجھے یہ خیال آتا
 ہے کہ ڈوبتے وقت ہمارے عزیز انوپ کے سامنے عجیب شکلیر
 آتی ہوں گی وہ دیکھتا ہوگا کہ دیوتے آتے ہیں اور اس کے
 زرد چہرہ کو دیکھ کر واٹر میں مار کر روٹے ہیں وہ دیکھتا ہوگا کہ اس
 کے دوست جو مر چکے ہیں کنن پہنچے ہوئے آتے ہیں اور اس
 کی صورت دیکھ کر سر ٹٹاتے ہیں وہ دیکھتا ہوگا کہ اس کی والدہ
 اور باب ننگین اور کبیرہ خاھر اس کو دیکھتے ہیں مگر بے بس ہیں
 وہ دیکھتا ہوگا کہ میری پیاری وہم پتی رنج و اہم میں غرق اب میرے
 سامنے بیہوش پڑی ہو مگر کچھ کر نہیں سکتی غرضیکہ ہمارے لڑکوں
 کی خیالی تصویریں ابھی تک موت کا لٹخا رہ گیا کیا رنگ بہ لٹا ہوگا
 کبھی پیاری پتی کے ہمراہ اپنے وطن جانیکا خیال اور کبھی
 تقدیر کا زبردستی کشتی سے اتر کر نا اور موت کا سامنا عجیب
 عجیب اثر پیدا کرتے ہونگے۔ ہاں سپر کوہ اہم کیوں نہ ٹوٹ
 پڑتا ہوگا جبکہ اس کو کانچ کے کلاس فیلو کی یاد آتی ہوگی
 اپنے پروفیسروں کی تقریریں اور اس پر آئندہ زندگی کے
 مباح سوچنے اور مختلف سبکدش پر لیکچروں کے سننے کا اثر
 اور اس کے مقابلہ میں یہ موت کا نوٹو اسکو کیسے حیران کرتا ہوگا

غرضیکہ ان باتوں کو یا تو ہمارا سمدوم شدہ عزیز جانے یا پرہیز
جانے ہمارا تصرف خیال ہی خیال ہے جو کہ دنیا کی ناپائیداری
کا پورا ثبوت دیتا ہے

اس گلشنِ مستی میں مجھ دید ہے لیکن
جب تم نکلے کھلی گل کی تو موسم ہے خزاں کا

فصل چہارم

باسئے یہ کیا ہو گیا

ناظرین - انوپ کی والدہ اور دہرم تپتی وغیرہ کشتی سے اتر کر بہرہ
سے کچھ دوری پر ایک جگہ ہے وہاں کسی رشتہ دار کے لڑکے
کی رسم و تراشی کے جشن پر چلی گئیں اور منہی خوشی - رنگ
رنگیلیاں منانے میں مصروف ہو گئیں اور اسکا سسر شہر
بہرہ میں چلا گیا۔ جب ان سب کو پیارے انوپ کے ڈوب جانے
کی اور پتہ نہ ملنے کی خبر پہنچی تو سب کو جب قدر رنج و اہم ہوا وہ
احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ والدہ نے توبہ و حشمت اثر خبر سنتے

ہی لغو مارا۔ آنکھوں میں خون اتر آیا اور حیران و پریشان عالم
 سکتے میں بیہوش ہو کر پڑی۔ ساتھ ہی ہماری دیوی کے ہوش
 کے طوطے اڑ گئے۔ خون جگر بہانے لگی دم بخود ہو کر ششدر
 ہو گئی۔ اگر کہتی تو کیا کہتی اس کی بہار جوانی پر خزان غم نے نور
 سایہ ڈال دیا وہ پہلوں کی مالا جو صرف آج پتی کی خاطر زیب کلام
 کی گئی تھی تو ڈٹا ڈکڑا کر خاکیں ملا دی۔ ریشمی۔ زربفتی پوشاک کو چیر
 پہاڑ کر خاک کر دیا دنیا نگاہ میں تیرہ و تار نظر آنی لگی دلیں کہتی تھی
 کہ اسے مالک ہائے یہ کیا ہو گیا۔ کیا یہ خواب ہے یا سچا واقعہ
 ناظرین غور کا مقام ہے کہ ان سبکے دلوں پر پیار کے انوپ
 کے ڈوب جانے کی لفظ نے کتنا ستم ڈھایا ہو سکا بار بار اس کے
 سسر اور لالہ بوٹال کے منہ سے یہ آواز نکلتی تھی کہ اسے نکال
 کیونکہ درجے میرے تخت جگر پر رقم نہ آیا۔ آج تک تیرا سینہ مٹا
 کی آہوں سے محفوظ رہا مگر یہ کہہنا کہ ہم ستم رسیدوں کی شعلہ خیز
 آہوں سے سچھے اپنی جان بچانی مشکل ہو جاوے گی۔ ایک آہ سے
 تیرا وجود نابود نہوا تو ہمارا ذمہ اسے حواس نہ نکالنا تھا۔ اس
 غارت کرے۔ اسے کبوت نصیب تیرا تھا ہو۔ غوغیا کہ آہ
 فناں کہتے ہوئے سب احمد آباد پہنچے۔ نگراں کا پتہ نہ لگنے
 کیونکہ وہ سے حیران دسر گردان رہے پولیس میں حسب دستور

رپورٹ پہنچائی گئی۔

فصل پنجم

لاش کی تلاش

پھول تو رو دن بہار جانفزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کیسے مڑ جھاگئے

چہرہ تبر کو ابھی شہر ق کا شاہ سوار شمعوں کا تیزا ہاتھ میں بیکر
عوضہ سپہر پر نمودار نہیں ٹھہرا تھا کہ ہمارے بہائی لالہ دیار ام
بمبو کنٹیل پولیس و طاح کے کشتی دیکر نوجوان کی لاش کی تلاش
کیواسٹے شہر سے روانہ ہوئے کشتی کنارے کنارے چلی جاتی
تھیں اور لالہ دیار ام کی نگاہ پانی کی ہر لہر کے ساتھ تقاضا
کرتی تھی دل حسرت سے چڑھتا ہر لمحہ زمانہ کی کج رفتاری کی شکا
کرتا جاتا تھا۔ ہائے وہ بانکا نوجوان جس کی شکل مہر و ماہ کے
مشابہ تھی اور ہر کسی کو پیاری لگتی تھی لالہ دیار ام کی آنکھوں
کے آگے بار بار آکر اس کی حالت و گرگوں کر رہی تھی گو اس
کی آنکھوں کے آگے گاہ گاہ آنسوؤں کے پانی سے تاریکی

آجاتی تھی مگر وہ اس خیال سے کہ کہیں لاش آنکھوں سے اوجھل
 نہ ہو جاوے آنسوؤں کو بار بار رومال سے پونچھتا تھا دلمیں
 خیال آتا تھا کہ ہمارے نوجوان کی روح تو جسم سے پرواز کر گئی
 ہوگی مگر اسے پر ماتا ایک دفعہ اس کی شکل کا آخری جلوہ ٹو دو کہا
 غرضیکہ کشتی چلتے چلتے ایک تپس پر حبکا نام گذر کو بھیان وال
 ہے اور احمد آباد سے قریب چار کوس کے فاصلہ پر ہے۔

جانچی۔ کچہ پتہ نہ دگا۔ ہمارے تلاش کنندہوں کی پریشانی
 حد سے زیادہ بڑھ گئی کیونکہ دل میں خیال آتا تھا کہ شاید کسی
 آبی جانور نے ہمارے نوجوان کو اپنا لقمہ تر بنالیا ہوگا۔ ہمارے
 ہمارے ایسے مقسوم کہاں کہ اپنے ہانکے چیل چیلے عزیز کی
 شکل کو بچھو دیکھ سکیں بھیکیدار گزر رہے حالات سننے کے برا
 تسلی دی اور کہا کہ جہاں تک میرا خیال ہے لاش اس مقام
 سے نیچے نہیں گئی پورے آٹھ پہر کے بعد مردہ تیرتا ہے
 بہتر ہوگا کہ تم آگے نہ جاؤ اور یہاں انتظاری کرو۔

ثناء گفتگو میں بھیکیدار مذکور کی نگاہ ایک ایسی چیز پر جا پڑی
 جس کی شکل سیاہ اور گول سی تھی۔ پانی سے باہر نکلتی ہوئی تیرتی
 آتی تھی جس کو دو بھیکہ لالہ دیارام کو شک کے بجائے یقین ہو گیا
 کہ غالباً وہی لاش ہے۔ فوراً اُدھر رخ کیا اور اس کا شک ناقصی

یقین سے بدل گیا۔ جب اسے اپنے سر و قدر نخل تو نہال کے
 سر کو پانی سے ذرا نکلنے ہوئے دیکھا فوراً درو و الم سے بہا ہوا
 جگر خاش نعرہ مارا اور گلے لپٹ گیا زار زار روتا ہوا مگر اب کیا
 ہو سکتا تھا وہ چاند سی صورت بدستور اصلی رنگت پر تھی جس پر
 کسی آبی جالور بے منہ پر تھوڑا سا زخم لگا دیا تھا۔ آخر قہر و
 برجاں درویش لاش کو کشتی میں رکھ کر واپس ہو چکے ہمارا
 بھائی لالہ دیار ام کشتی میں بیٹھا ہوا بار بار اس کی شکل دیکھتا
 تھا اور صانع کی صنعت اور زمانہ کی کج رفتاری اور ملک کی ستم
 شعاری کو یاد کرتا تھا کہ یہی بخود ہی کے عالم میں کہتا تھا کہ اسے
 میرے نوجوان عزیز کیا تو ابھی تک غسل نہیں کر چکا۔ میرے
 انوپ دیکھ تیرا مومنوں کے تیری انتظاری کیوں سٹے کنارہ
 پر کھڑا ہے۔ ہائے تو مہنہ سے کیوں نہیں بولتا۔ بیٹے تمہارا کوئی
 گناہ کیا ہے۔ اسے نہ نکار کیا میرا انوپ واقعی مڑ چکا ہے اگر یہ
 سچ ہے تو زندہ کے بجائے مردہ کو میں کیسے اسے کنارہ پر لے
 جاؤں گا۔ اسے پر ماتا جھپیر رحم کر اور ایک منہ اس کو زندگی بخش
 ناظرین جب انسان کو دنی صد مہینے کی اس کی حالت دیکھ کر
 سوچ جاتی ہے تو عالم بخود ہی میں ممکن و ناممکن سب کچھ اس کے
 منہ سے نکل جاتا ہے۔

فصل ششم

لاش مل گئی

غم و غصہ و رنج اندوہ و حسرت

ہمارے ہی ہیں مہرباں کیسے کیسے
دو پہر کا وقت ہے اور ماہ ستمبر کی گرمی آفتاب کی تپش غضب با رہی
دھوپ کی تیزی انتہا درجہ کو پہنچ گئی زمین تپ کر تانبا ہو گئی
پہلوں سے چہرے مٹا گئے۔ ان دریائی سفر کرنے والوں کی حالت
قابل رحم ہے جو باوجود اس قدر گرمی اور آفتاب کی سختی اور اس پر
سہارا تابی حرارت کے مار و مار کرتے ہوئے کشتی کو شمال کی طرف
یجا رہے ہیں اُف یہ تو ہمارے بد نصیب بھائی لالہ دیارام ہیں۔
یہ ظلم و سیدہ انوپ کی لاش کو کشتی میں رکھتے ہوئے ہے جسے جہاز
میں۔ ہاسٹے کیا حاسد فلک کو اس پر رحم نہ آیا اس نے یہ کیا
کر دیا۔ ناظرین۔ ہیک بارہ بجے کا وقت تھا کہ شہر میں غوغا مچ گیا
کہ انوپ کی لاش مل گئی ہے شہر کا مزدور نہ کیا بلکہ سمجھ بچہ اس جوان
رعنا۔ مہر و قد کی لاش کو دیکھنے کی خاطر دریا کے کنارے پر

دیکھتے کو روانہ ہوئے چونکہ کشتی خاص اپنی جگہ ہٹ رہی تھی
 ہتی جہاں سے ہمارا لوجوان شکا راجل ہوا تھا۔ جوق درجوق
 خلقت آتی شروع ہو گئی۔ مصنفنا دل بھی اس درد انگیز موقع پر
 موجود تھا اور اس دردناک و عبرتناک نظارہ کو بچشم خود دیکھ رہا
 تھا۔ ناظرین وید شہید میں صدمہ کوس کا فرق ہوتا ہے اب
 حسرتناک داندہ بگین نظارہ ساری عمر میں نہ دیکھا نہ
 سنا تھا۔ ہمارا لوجوان عزیز کشتی میں بسے پاؤں پیارے
 خواب راحت میں مست سویا ہوا تھا۔ اس کی لینڈ ایسی گہری
 اور میٹھی ہے کہ زلزلہ پر زلزلہ بھی اگر آجاء و سے ٹوہ کر دے تو
 اس کو خبر تک نہ ہتی کہ میری اس لینڈ پر آج ساکنان احمد آباد
 پر کیسی ابتری اور تباہی پہیل رہی ہے اور وہ کشتی آہ و زاری
 کر رہے ہیں۔ میرے ہناسے کا مقام ماتم گدہ بن چکا ہے
 ان سب باتوں سے بے خبر ہمارا لوجوان مدامی ہستی میں مست
 پڑا تھا۔ ہائے کیسا دردناک نظارہ تھا۔ اس کے سر ہائے
 پر اسکا وال۔ دسسر لالہ پو مارا مہاسے بچیا ہائے بچیا کے
 دردناک الفاظ سچو دی کے عالم میں کہتا ہوا حیران و سرگردان
 آہ و نالہ کنن کہڑا تھا۔ بار بار اپنے لوجوان داماد کے چہرے
 اور سر و قد کو دیکھتا اس کی لیاقتوں کا اور دنیا میں نامور بننے کے

خیالات کو اس کی اس مسترناک حالت سے مقابلہ کرتا اور دم بخود ہو جاتا تھا۔ اور انقلاب زمانہ کی دل ہی دل میں شکایت کرتا تھا ہر مردوزن کیا بلکہ سچے سچے کی خواہش تھی کہ اس بیچارے انوپ کے چہرہ کو جس نے اپنی خوش اخلاقی اور چاہی کی خوشیوں سے ایک جادو بہری تاثیر کے ساتھ سارے شہر کو معطر کر دیا تھا اور اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔

خواہ وہ اب مردہ حالت ہی

ناظرین جبوقت بیٹے خود عزیز کی لاش اور چہرہ پر خصوصاً نگاہ ڈالی یکدم آنسو جاری ہو گئے زمانہ کا اونچ نیچ۔ عیش و عشرت کی بے فکر زندگی کا اس حالت سے مقابلہ کرنا تھا اور دل میں خیالات آئے تھے کہ کہاں اس عزیز جوان نے غنائے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو کر اپنے خاندان کا فخر اپنے شہر کا نامور قوم کا خیر خواہ۔ تہیہ دہرم کی سوسائٹیوں کا وپر ماتالیڈ رہتا تھا اور کہاں ظالم موت نے عین عالم شباب میں اس کو اپنا لقمہ بنا لیا۔ کہی عزیز انوپ کے سر و قد اور اس کی جوانی کا خیال کہی اس کی خوبصورتی اور تعلیم کا دیوان دل پر صد سے بیچتا تھا سچ ہے اس دنیا میں جہانگ غور سے نگاہ کریں سوائے رنج و الم کے کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا۔ واقعی یہ وہ لوگ کی شئی ہے جس کی ہڈیوں میں انسان شکلیہ کہیلتا ہے۔ ہائے اس کی پیاری و بہرہ

کے دیکھیں کیا کیا خیالات گزرتے رہتے۔ اس کی سچ ہمارے
 پرانا خیالات کے لحاظ سے کیسے کٹے گی۔ وہ معصوم اس
 صدمے کو کیسے برداشت کر سکیگی۔ غرضیکہ میں اسی شش و پنج
 میں تھا کہ چند مسطورات اسی معصوم دیوی کو جسکو ہمارا عزیز اور
 مددگار تھا وہ دیکھ کر آج بیوگی کا خطاب دے گیا تھا سچے
 ہوئے لاش کے پاس لائیں۔

ناظرین اس وقت کا دردناک نظارہ دیکھتے ہوئے میری قلم
 رک جاتی ہے۔ آنکھوں سے آنسو بند نہیں ہوتے ہائے
 اس دردناک عبرتناک نظارہ کا فوٹو میں کیسے لکھوں۔
 دیوی نے جو ہیں اپنے پریم پیارے کے چہرہ پر نگاہ ڈالی
 سمجھ کے عالم میں ہو گئی۔ خون خشک ہو گیا گویا صرف آنکھیں
 پتی کے چہرہ پر تھیں۔ مگر بدن میں جان نہ تھی۔ ایسا عالم
 بیخودمی طاری ہو گیا اور خاموشی چھا گئی کہ اسکو دین و دنیا
 کی خبر تک نہ رہی بے ہوش ہو کر گرنے کو تھی کہ چند سہیلیوں
 ہم لوگوں کی آواز پر اس کو سمہا لا اور علیحدہ کر لے گئیں۔
 شرم و حیا نے ہماری دیوی کی زبان پر ایسا قفل مقفل کر دیا
 کہ ایک لفظ تک سو اسٹے ٹیڈ می ٹیڈ می آہوں کے اسکی
 زبان سے نہ نکلتا تھا۔ اے اٹھ یا۔ اے ریشیوں کے دیش

ابھی تک تجھتہ میں ایسی دیویاں موجود ہیں جنکا ہر وہ سخت
 سے سخت زخموں سے گہاں ہو چکا ہے اور دنیاوی رنجوں
 کے باعث اس کا دل چیلنی ہو کر طینت و نابود ہو چکا ہے
 مگر شرم و حیا کا خیال کیا محال کہ دل سے دور ہو جاوے اسے
 دیوتاؤں کی پاک بھومی آہ تیرے پر کیسے گہور پاپ ہو رہے
 ہیں۔ تیرے لاٹے۔ تیرے فخر کیسی کیسی نصیبتیں سمے رہے
 ہیں۔ مگر نہیں تو نے پہر ہی ایسی دیویاں پیدا کر دی تھوٹی
 ہیں جو کہ دنیا کے اور طبقوں سے انسانیت کے درجہ
 میں بدرجہا سبقت رکھتی ہیں۔ مگر اے بہارت ذرا
 آنکھ کھول تیرے معصوم بچوں پر کیسا ظلم ہو رہا ہے اور تو
 اس کی خبر نہیں لیتا۔ اے فلک شکر اتنا ظلم سبچے شایاں نہ تھا
 ناظرین ہماری بیکس دیوی دل ہی دل میں ضرور کہتی ہو گی کہ
 اے فلک میں بالکل بے گناہ ہوں بے قصور معصوم ہوں
 اے بے مہربان آخر فلک تجھ کو تیرے اس ظلم کا بدلہ ضرور
 ملیگا۔ میں درگاہ ایزوی میں مستغیث بنکر اور تجھ کو ملزم بنا کر
 عدالت کے روبرو کھڑا کر دوں گی اور فریاد کروں گی کہ اسے پرانا
 میرے مشرکندہ کا چراغ کتنے ہمیشہ کے لئے گل کر دیا سنتا
 بیقرار اور زندگی سے بیزار ہوں۔ ہاں مجھے اصلی آج دانہ

کے بجائے غم کی روٹی اور بیتابی کا پانی اب پینا پڑیگا۔
 میری دنیاوی خوشی کی قلم کا فور ہو گئی اب میرا جینا حرام ہے
 بہتر ہوگا کہ تو میری ہی زندگی لے لے۔ بیشک اس قسم کے
 دردناک خیالات سے ہماری دیوی کا ہر وہ پڑ ہوگا۔ مگر
 شرم و حیا کا پانی ایسے جگر سوز شعلوں کو دیوی کے منہ سے
 باہر آنے سے روکتا تھا۔ اور معلوم نہیں کہ یہ شعلے اسکے
 دل پر کیا اثر پیدا کرتے ہونگے۔ اور پیدا کریں گے۔
 لاش کو دیکھ کر اور دنیا کی بے ثباتی کے خیال کو ہر ایک
 جزو بشر اپنے دل میں جگہ دیکر اور درد و الم سے متاثر ہو کر
 اس حسرتناک سرگذشت پر غور کرنے کے لئے الگ الگ
 جا بیٹھے۔ پولیس سارجنٹ نے بھی چارے عزیز نوجوان
 کی ساری کیفیت لالہ لوطا مال سے قلمبند کرائی اور بروئے
 قانون سمجداروں سے لاش شناخت کرا کر ان کی مہربان
 جنت کرائیں۔ کیونکہ اب شمشان بھومی میں لاش کو نبھانے
 اور جلانیکا وقت قریب تھا صرف اتنی استخاری تھی کہ اسکی
 والدہ اور دوسرے رشتہ دار جو کل شام کو گھیرہ چلے گئے تھے
 آکر آخری منہ دیکھ لیں۔ قریباً ہم بجے ہوئے کہ لاش کے
 ملنے کی خبر سن کر شہر گھیرہ سے ہمارے عزیز الوپ کی والدہ

اور دوسرے رشتہ دار - دوست آشنا - مرد و زن جنگی
 لانا تھا لہذا وہی ناؤ پر سامنے سے آتے ہوئے اور آہ و
 فغاں کرتے ہوئے دکھائی دئے۔ اُدھر ناؤ کا سامنے
 آنا تھا کہ اوپر لوگوں نے لاش کو تختہ تابوت پر ڈال کر مرگھٹ
 میں بیجانے کا رخ کیا۔

ناظرینِ مصیبت ہماری بہائی بوٹا مل اپنی معصوم دختر
 بد اختر کو تختہ تابوت کے نیچے نیچے اپنے ہاتھوں سے تہا
 ہوئے آہ و فغاں کرتا ہوا شمشانِ بھومی میں جاتا تھا
 اُس وقت سخت سے سخت پتھر دل آدمی ہی روئے بغیر
 نہ رہ سکا۔ یہ ایسا موثر دردناک نظارہ تھا کہ جس نے خلقت کے
 دلوں کے اندر حرارت پیدا کر دی اور اس حرارت نے
 لوگوں کے اندر رونے سے آہوں کا ڈھواں نکالا۔ ہر خود
 د کلاں ڈھاریں مار کر روتے تھے بعض ایسے بیخود ہو گئے
 کہ اس نظارہ کو برداشت نہ کر سکے۔

آخر ش لاش کو مرگھٹ میں اتار کر رکھا گیا اور ہمارے
 الوپ کی والدہ مصیبت ناؤ سے اُتر سی سیدھی آہ و فغاں
 کرتی ہوئی اسے تختِ جگر کی لاش کو دیکھتے ہی چینیں مار کر
 اُس سے پٹ گئی۔ کبھی تختِ جگر کو چھاتی سے لگاتی کبھی اُس

سر و چشم پر بوسہ دیتی ہا سٹے۔ اس کی نگاہیں کیسی حسرت سے
 بہری ہوئی ہیں۔ ہا سٹے یہہ کیسا دلسوز وقوعہ تھا خدا کرے
 کہ کسی والدہ کو بھی ایسے لوجواں کا صدمہ نہ پہنچے۔ ہر چند
 مسغورات اسکو اپنے ولیندہ کی لاش سے الگ کرتی تھیں۔
 مگر وہ ماتنا کی ماری اسکو کب مانتی تھی۔ اسکا بہائی لالہ
 دیارام جو ایک طرف دیہہ رہتا تھا رکھے ششہ رکھتا تھا ہٹھیا
 سانسین بہرتا ہوا ہمشیرہ کے پاس گیا اور کہنے لگا اے
 بہن یہ پرائی چیز تھی ہمارا اسپر عارضی تعلق تھا مانک لے
 چین لی اب آہ وزاری بیسود ہے۔ صبر کر اور لاش کو چھوڑ
 اصلی النوپ نہ معلوم اس جسم سے کس وقت فرار ہو گیا ہے
 اب لاش کو جلانے دو۔ مگر والدہ اپنے تحت جگر کے چہرہ کو
 بار بار دیکھتی اور کہتی تھی اے میرے جگر کے ٹکڑے تا دم حیات
 یہ تیری بھولی بھالی صورت کی یاد میرے کلیجہ اور دہیں آگ نکالتی
 رہیگی اور میں کباب بیچ بن کر ہر وقت پہلو بدلتی رہوں گی میں
 اپنی بد قسمتی کے باعث تباہی اور مصیبت کے گرداب میں
 غوطے کھاتی رہوں گی غرضیکہ اس کی درونانک فغاں بار بار
 ہم لوگوں کو رولا تی تھی جبکہ وہ دلسوز آواز میں یہ کہتی تھی کہ اے
 میرے تحت جگر اگر تو نے عدم کا راستہ اختیار ہی کرنا تھا تو

میرے ساتھ کا تو اتفاق کر لیتا۔ ہائے میرے ہائے میرے
 پروں والے پرندے کیا تیری جھجک آج اس دنیا کے باغ
 میں تھم چکی۔ کیا تو آئندہ اس ڈار میں نظر نہ آوے گا۔

ہائے ستم میرا مہن آج غیر ملک کا مسافر بن گیا۔ اے میرے
 نوجوان بابو تیرے کالج کے گریجویٹ وائڈ گریجویٹ دوست تیرے
 کالج میں تیری غیر حاضری پر پروینسر کو کس دردناک طور پر تیری
 موت کی خبر دینگے۔ اگر تجھے یہ معلوم ہوتا کہ اس خونی دریا کو تیرا
 ہی خون پینا ہے تو میں تجھے اس طرف رخ ہی کیوں کرنے دیتی
 اے پرانا تاج کن بد اعمالیوں کے ماتحت تو نے مجھے یہ صدمہ
 دیا۔ ناظرین اس کو انوپ سے اس قدر محبت تھی کہ بہت کم
 ماؤں کو اس قدر اُلفت اپنے بچوں سے ہوتی ہے غرض چار پانچ
 لاش کو چپا کر جو کہی وقت کے لحاظ سے پہلے ہی بناٹی گئی تھی
 رکھا گیا۔ چنا کو آگ لگائے وقت جس دردناک فغاں سے
 ظلم کی کشتہ مائی چلائی تھی اس کے واسطے الفاظ نہیں مل سکتے
 دھجج چج کر کہتی ہے کہ ہے بھائیو مجھ فلک کی ستائی
 ہوئی پرانا ظلم نکرو۔ میری آنکھوں کی پتلی کو اس طرح میرے
 پاس رہنے دو۔ اس انوپ کو جسکو میں دنیا کی نعمت ہائے
 گونا گوں سے پالا ہے جسکو میں ریشمی اور زر بفتی چیدہ بیکار

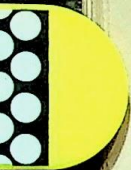
پہنا پہنا کر خوش ہوتی تھی عین عالم شباب میں بہری جوانی
 میں میرے سانسے آگ لگاتے ہو کیا تمکو رحم نہیں آتا
 میری آنکھوں پرٹی بازہ دو تاکہ یہ حادثہ دیکھ نہ سکوں
 مگر یہ درد و فغان آہ و زاریاں اس وقت کیا کر سکتی ہیں
 شمسان مجھ کو می ایک ڈراؤنا صحرا معلوم ہوتا تھا سبکی
 لگا میں چٹا کی طرف بھٹیں۔ اتنے میں دردناک آواز سنائی
 دی کہ اے ایشور چو نکہ میرے ناز و پیار مہنی و خوشی و غم
 ہر چیز کا آج خاتمہ ہو چکا ہے اس لئے بہتر ہو گا کہ یہی آگ جس
 سے میرا ران پتی جل رہا ہے میری جان جلا نیکا کام دیوے
 اے میرے سوامی تیری دائمی مفارقت میں مجھے طبع طرح
 کی صعوبتیں پہنی پڑیں گی۔ نفرت اور حقارت کے زخم کھائے
 پڑیں گے۔ ہائے ان سب درد منوں کو یہ تھی سی جان کیے برداشت
 کر سکیں گے۔ کاش کہ تو مجھ کو اپنے ساتھ لے جا
 ناظرین شمسان بھومی میں سب کو یہ آواز سنائی دی مگر کسی
 کے منہ سے نکلتی نہ تھی معلوم نہ ہوئی البتہ اس وقت ایک قسم کا
 دھواں بادلوں کی شکل میں نمودار ہوا جو ہماری بیکن معلوم
 دیوے کے دل کی آخری آرزو تھی اور جس سے یہ درد و فغان
 لوگوں کے کانوں میں نہ بکھیر دیا۔

ہاں سے جس وقت بارہ سال محض وہ یوہی پر پورا ناک لٹا
 سے اس کی ہڈی کی بیوگی کا خیال نہیں مانتا تو جوانوں پر
 عکس ڈالتا تھا۔ وہ دل ہی دہمیں کھڑی تھی اویچ و تاب
 کہاتی تھی۔ مگر بزرگوں کا لحاظ اور رفتار زمانہ مانع تھی کوئی
 کچھ بول نہیں سکتا تھا۔ آخر شش عناصروں سے اپنا اپنا
 حصہ لے کر جسم کی سہتی کا خاتمہ کر دیا اور تمام عزیز
 و اقربا جو الوپ کے سینہ کی جگہ اپنا خون بہاتے تھے اور
 اس کی ذرا سی تکلیف سے بے چین ہو جاتے تھے اب اپنے
 ہاتھوں سے اس کو خاک سیاہ کر کے گھونچو سدا رہے۔
 افسوس سب کو شام کے وقت گھر کے دروازہ کے اندر
 خوف آتا تھا آج تنہا شمشان پہنچی میں ڈیرہ ڈالے
 پڑا ہے۔ پیار یوہی وہی جگہ ہے جہاں بڑے بڑے دیوتاؤں
 بڑے بڑے راجوں کو دنیا کی مہبتوں سے چھٹکارا پا کر آرام
 ملتا ہے۔ سیکڑوں کیا بلکہ لاکھوں اور کڑوڑوں خدا کے
 بندے دنیا کو ہمیشہ کے لئے سلام کر کے سو رہے
 ہیں۔ زلزلہ پر زلزلہ آتا ہے مگر کوٹ نہیں بدلتے وہی
 سورج ہے وہی چاند وہی دن وہی رات مگر نصف یہ کہ
 آئینہ نہیں کہلتی۔ بجلی کی چمک۔ رعد کی کڑک ان کے

آرام میں خلل نہیں ڈال سکتی۔ اسے عزیز الوہاب اب مجھ کو بھی
 مجبوراً ان کے سہارے چھوڑے ہیں تو دنیا میں یوں ہی آیا
 اور چل دیا۔ جوانی کی تمام سنگین تیر سے دلہیں رہیں تھک کر زندگی
 کا کٹھن نصیب ہوا۔ اسے پوتر ہر دم کے واسے عزیز الوہاب پر مانتا
 تیرے آتما کو شانتی دیو سے اور تیرے پس ماندگان کو صبر عطا

کیاں سکھنا

ہولف۔ ناظرین جانتا کہ میرا قیاس اور خیال ہے مندرجہ
 بالا حقیقی جانگداز اور دسوز سرگزشت کو پڑھ کر نہ صرف ایسے انسان
 ہی جن میں ہمارے روحی رحم اور انسانیت کی بوسے کفِ افسوس
 بلکہ سخت سے سخت سنگدل بھی ایک دفعہ کلیجہ پھر کر رہ جائیں گے اور
 بے رحم مشونکا دل پانچلی صورت پھر کر آنکھوں کے راستہ پر
 جاویں گے۔ میں غلام بہائیوں کے سدھار کی واسطے غموں اور مرحوم
 الوہاب کے نزدیک رشتہ داروں کے واسطے یعنی اپنے مہربان
 لالہ مہراج صاحب جنگو سب سے زیادہ صدمہ پہنچا ہوں گا اور لالہ



یوٹائل صاحب والہ دیار ام صاحب سے رہا ہے اور دشمنوں
 ظاہر کر سکتے تھے کہ جو بڑی کی چڑھ سٹوہ تھیر کر رہا ہوں جو کہ ان
 کے ہر دلوں میں شانتی پیدا کرے گی۔ بہشت طیکہ انکو دیا جائے گا۔
 کیا جاوے۔

مترد! سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم سب کو موت کیوں بھیجا تاکہ نظر
 آتی ہے اس کا جواب کو حقیر سمجھتا ہے مگر جن سمجھوں نے اس
 مسنون پر کبھی دچا تک نہیں کیا انکو ذرا مشکل معلوم ہو گا
 اس کا جواب صرف یہ ہے کہ ہم موت کو یاد نہیں کرتے ہیں،
 حالانکہ وہ ہمارے اپنے سروں پر اور ہمارے بال بچوں عزیز
 و اقربا کے سروں پر کھڑی ہو کر ہر گھڑی کیا بلکہ ہر منٹ
 اور سیکنڈ ڈنگے کی چوٹا پکار رہی ہے کہ ایسے سر اسے دنیا کے
 مسافرو! آخرت کے واسطے ہر دم تیار رہو۔ مگر باوجود اسکے
 دنیا کی بے ثباتی اور چند روز قیام کا خیال تاکہ ہمارے دلوں
 میں نہیں آتا ہے ہم اصلیت کو بھول کر اس فانی چیز کو ایک
 دائمی چیز تصور کر کے عیش و عشرتیں ستھوے ہوئے طرح طرح
 کی ہمت و ہر سیاں کرتے ہیں اور سنہار کو نرک و دہم بنا کر اپنا
 پر لوک بگاڑ رہے ہیں کیا ہمارے مروجہ نوپ کی خوبصورتی۔
 نوجوانی۔ علمی لیاقت۔ خوش اخلاقی۔ اور ان سب اوصاف

کے مقابلہ میں اچانک موت کا سدھ رہا جو یہ سبق نہیں
 دیتا ہے کہ موت کو نہ غلط یاد رکھیں جو ہماری موجود دنیا کی
 خوشحالی اور پروک کے سدھار کا باعث ہوگی۔ بھگوان
 موقع پر ایک مہاتما کا وہ اچھا سا یاد آیا ہے جس سے
 موت کے چند روزہ میں اس کا اثر ظاہر ہونا ثبوت ہوتا ہے
 اگلے زمانہ میں ایک راجہ تھا جس کو فقیروں سے بہت
 کی صحبت اور ست سنگ کا دلی شوق تھا۔ اور یہ بات مسلمہ
 ہے کہ جو زندہ یا بندہ، ایک روز وہ ایک ایسے مہاتما سے
 کے پاس جا نکلا کہ جو سوا عبادت الہی کے کسی بات سے
 سروکار نہیں رکھتا تھا۔ راجہ لگاتار اس کی سب حرکات
 و سکنات کو دیکھتا اور تعجب ہوتا رہا۔ مگر باوجود کئی روز کے
 مشاہدہ کے راجہ نے معلوم کیا کہ وہ سادھو بھوجن نہیں
 کرتے تھے۔ ایک روز راجہ نے دست بستہ عرض کی
 کہ ہے مہاراج میں سخت متحیر ہوں کہ آپ بھوجن بالکل نہیں
 کرتے اور پھر آپ کی زندگی ناقص ہے اسکا کیا کارن ہے۔
 سادھو نے فرمایا کہ ہے راجن بغیر بھوجن کسی کا یہی اس
 دنیا میں جینا محال بلکہ ناممکن امر ہے۔ ہاں البتہ دنیاوی
 پارتھوں کے بجائے میں تھوڑی سی گہاس پتی کہ اگر اس

شیر کی پاننا کر سکتا ہوں۔ چنانچہ راجہ کی درخواست پر
 وہ جنگلی بوٹی جبیر مہاتما کا گزارہ تھا تختوڑی اسی راجہ
 کو کہلائی گئی۔ چونکہ وہ بوٹی ایک بڑی طاقت و راور قوت
 والی چیز تھی اس لئے راجہ کے اندر بڑا جوش پیدا کر دیا۔ قاعدہ
 ہے کہ فقر اسی جوش و قوت کو پرہاتما کی عبادتیں خراج کرتے
 ہیں مگر وہ گمہستی راجہ اس کے اثر سے زیادہ بھوک بھلاں یعنی
 منہ کرم کرنے لگا اور ساتھ ہی اس نے بوٹی کی ایسی طاقت
 دیکھ کر اپنی ایک لونڈی کو اس فقیر کے پاس بھیج دیا۔ اس
 خیال سے کہ جب کام دیونچھ کو اس قدر ستا رہا ہے مہاتما کا کیا
 حال ہوتا ہوگا۔ چنانچہ وہ خوب و لونڈی مہاتما کے سامنے
 ساری رات بیٹھی رہی مگر اس یوگی پرش نے اس کی طرف
 نہ نگاہ تک نہ کی۔ آخر شرم بھگت وہاں سے اٹھ کر اس نے
 ساری کیفیت راجہ کو سنائی۔ راجہ بڑا آئینہ ہو اور
 جا کر مہاتما سے اسکا سبب پوچھا جو اسکا کہ اس کا جواب
 تو پھر دیا جاوے گا مگر مجھے یوگ دیو سے آج معلوم ہوا ہے
 کہ ہے اب جن آج سے آٹھ روز بعد تم اس جہان سے کوچ کر جاؤ
 گے۔ یہ خبر سن کر راجہ کے پران اسی وقت خطا ہو گئے۔
 وہاں سے گہرا کر ذکر کیا۔ رانیوں کو بھی شوک پیدا ہوا۔

سچا ہے اس کے کہ راجہ عیش و عشرت وغیرہ میں مصروف ہو جاتا
 وہ تو عبادت میں لگ گیا اسکو روٹی ٹماک گرہن کرنی پہول لگی ہاں
 البتہ اگر کوئی خیال اسکو آتا تھا تو وہی آٹھ روزہ موت کا وہ بدستور
 مہاتما کے پاس جاتا اور مہاتما اسکو وہی جنگلی بوٹی دن بدن زیادہ
 زیادہ مقدار میں کھانے کو دیتے تھے انیکہ آٹھ روز گزارنے کے اور راجہ بدستور
 زندہ رہا۔ نویں روز وہ مہاتما سے کہنے لگا کہ اسے مہاپرش ججھ کو
 آپ کے عقیدہ کے مطابق موت تو نہیں آئی ہے۔ اسپر وہ مہاتما
 ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ ہے راجن پہلے تو مجھے یہ بتا کہ ان آٹھ
 روز میں کام دیونے تجھے کو کس قدر تنگ کیا ہے اور علاوہ اس کے
 تو نے کتنی عیش و عشرت بہوگی ہے راجہ بولا کہ ہے مہاراج مجھ کو رو
 تک انگلی کار کرنے کا خیال نہیں رہا۔ عیش و عشرت اور بہوگ بلاس
 کس بلا کا نام ہے۔ موت کے ڈرنے سے مجھے سب کچھ بھٹکا دیا بلکہ
 اس سے بڑی کا بھی اثر کیا نہیں ہوا ہے۔ سادھو نے کہا کہ جبکہ آٹھ روز
 موت کی یاد تھے تم پر یہ اثر پیدا کر لیا تو ہے راجن مجھ کو برکھڑی کیا ہر لحظہ
 بلکہ ہر ایک سانس نکلنے پر ہی موت یاد ہے اور اس کے خوف سے ہم
 بد اعمالیوں سے ڈرتے ہیں اس سے اس کے خوف سے جنگلی بوٹی
 وغیرہ ہم پر کیا اثر کر سکتی ہیں۔ راجہ کو اس سے گیان ہو گیا۔
 سوا سے پیارو۔ موت کا یاہ رکھنا بہو ہر روز منہ کر مول سے

سجاد گجرا جب ہم دعا عالی سے بچنے کے لئے تو ہمیں ایسے ایسے بہانے اور درو
ناک صدمہ نہ برداشت کرنے پڑے۔

میرے پیارے بزرگو اور بہائیوں عزیزانوپ کے والدین نے جو یہ صدمہ
دیکھا اسکا کیا ہی دنیا سے جو تعلق ہے اس کی تشریح کے وہ ہستے ذیل
کا اتنی اس خالی از اثر ہو گا۔ - راجہ دہتر شہر نے جب وقت یہ منسا کہ
میرے ایک سواکب ٹرکے ٹرائی میں مارے گئے ہیں اور شاہی خاندان
کو دران کا بالکل خاتمہ ہو گیا تو حیران ہو کر سری کرشن جی مہاراج سے پوچھنے
لگا کہ ہے مہاراج ایسا کونسا کارن ہے جس کی وجہ سے ایک تو میں
جنم کا اندھا ہوں اور پھر جانکد از صدمہ جس کی نظیر دنیا میں نہ ہو گی مجھ کو
پوچھا ہے میرا یہ سننا نوارن کرو۔ اس پر سری کرشن مہاراج نے فرمایا کہ ہر
راجن تو کوئی جنموں کے چونکے ہوئے ہیں اور یوگ دویا جانتا ہے اس لئے میں
تم سے کہتا ہوں کہ اس یوگ دویا کے ذریعے گیان کے نیتروں سے
اپنے چھٹے جنموں میں جو جو کرم تو نے کئے ہیں ان کی پڑتاں کر تیرا یہ مشا
خود بخود نورت ہو جاوے گا چنانچہ راجہ دہتر شہر نے اپنے منو جنم کے کرموں
کو دہتر سے دیکھ کر کوئی ایسا مند کرم نظر نہ آیا جس کا یہ پہلی ہو پر مہاراج
کرشن دیو سے پوچھا کہ میں نے سو جنموں کے کرموں کی پڑتاں لگی ہے مجھ کو
کچھ تپ نہیں رہا۔ مہاراج بولے کہ ہے راجن جنم جناتروں کے کرموں کا پہل
انسان کو ملتا ہے تو اس سے زیادہ پہلے جنموں کی پڑتاں کرے کہ راجہ

نے جب اس سے پہلے جنہوں کے کمروں کی چڑمال کی تو کیا دیکھتا ہے
 کہیں ایک بتم میرا اچھا تھا۔ میرے راج میں سب بیٹیں موجود ہیں مگر ہنس
 دہنی کا جوڑا میری بادشاہی میں نہ تھا چنانچہ میں نے یہ جوڑا وزیر کو اپنے
 بادشاہی میں موجود کر لیا حکم دیا وہ بٹھکانیں ہوا مگر اس کی ستری بڑی دانا
 تھی اس نے وزیر کو سیکھا دی کہ تو بادشاہ سے عرض کر کہ شاہی باغ میں
 ایک حوض سنگ مرمر کا تیار کر داکر موتیوں کا تہاں اس کے سج میں رکھو اور
 ہنس دہنی مرمر اڑتے پھرتے یہاں آسکیں گے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اچانک
 ایک جوڑا ان پرندوں کا وہاں آ نکلا اور انہوں نے میری آگیا سے اپنی چوکی
 چاک لی میں نے اس جوڑے کو وہاں ہی رہنے اور آمادہ خوراک کیوں
 مولیٰ بیچا نیکا اقرار کر دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد ہنس نے انڈے دے دیے اور اس میں
 سے ایک ایک بچہ پیدا ہوا۔ جب وہ کچھ بڑے ہوئے تو ہنس دہنی نے دربار
 میں جا کر عرض کی کہ راجن ہم دونوں اب اپنے وطن کو جاتے ہیں ہمارے
 بچوں کی تم کو حفاظت کرنی ہوگی۔ چنانچہ میں نے ان کو آگیا دیدی اور باغبان کو
 بلاروہ ایک سوا ایک بچہ اس کی سپرد کر دیا۔

میں بد قسمتی کا مارا جو کہ کوشتخوار تھا میرا بچا ہندی حسب معمول ایک روز شکار کو
 گیا اور جب اس کو وہی شکار نہ ملا تو اس نے ہنس کے ایک بچہ کو جو اتفاقاً شاہی
 باغ کی فصیل سے اڑ کر وہاں پہنچا تھا پکڑ لیا اور خوب مصلحت رکھا مگر
 کو کباب بنا کر اس نے بچے کو کھلایا اس کے ذریعہ سے میں رانی پر سن ہوا

اور پہانڈی کو انعام دیتے تاکہ یہ کی کہ آئندہ ایسا ہی شکار ضرور لایا کر دے
 پہانڈی یہ حکم پا کر روزانہ شاہی باغ سے ایک بچہ ہنس کا روز پچھ لاتا اور چھوٹا
 کتاب کر کے لے لیتا۔ اتنا تھا جس روز وہ ایک سو ایک بچہ پیر بیان کو دے چکا
 تو ہنس اور ہنسی کا جوڑا وطن سے واپس آ کر آدھ چھوٹے ایک سو ایک بچوں کو
 نہ پا کر روبرو بار بار آنے نہ پتے۔ اور بچہ سے اپنی رامت لائی۔ بیٹے باغبان
 کو بلوایا اور سارا حال اس نے جب بیان کیا تو بیٹے بشتاپ کیا اور مورچا
 ہو کر گر پڑا۔ ہنسی بڑا اور لاپ کر کے لئی اور کہنے لگی کہ اسے راجہ تو اندھا تھا
 کہ میرے ایک سو ایک بچے ہو کہ میں تمہارے پاس امانت چھوڑی تھی تو نے
 کہا اسے اور کچھ تو ترس آیا۔ ہنس بولا کہ اسے ہنسی تو در لاپ کر رہتا تھا
 کاری پتہ ضرور اس کو اس کا بدلہ لے لیا گیا کہ ہر روز وہ جوڑا وہاں سے آ کر گیا سو ہے
 پہانچ اب مجھے ایسا سلوک ہوتا ہے کہ اس سنگرم کے بدلے آج مجھے یہ
 دن دیکھنا نصیب ہوا۔ بیارویہ اتنی اس میں سیکھاتا ہے کہ گزشتہ بڑے
 کر مونکا پہل ہم کو ہر صورت ہو گیا ہے۔ اس واسطے صبر سے ہیں ایسے صد
 برداشت کرنا چاہئیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے واسطے موت کو یاد رکھ کر
 اور دیدوں شاستروں سے رشی مہاتمائے جو سادہن ہیں بتاتے ہیں
 اچھوٹا دل و آہ کر کے ہیں اپنا چون سچیں کرنا داجیب ہے ہماری زندگی کی
 تقسیم اوقات ایسی ہوتی چاہئے کہ دم بہرہی بیکار نہ رہے ہر دے
 میں گنگے خیالات نہا کر میں ہو جاویں دید شاستر فرماتے ہیں ہر ایک

انسان سگوار و اسب سوار کہ بہتہ کمال ضروری حاجات سے فارغ ہو کر شائستہ
 کمرے اور پرہیزگار کیمپ پر مانتا جو کئی سروپا کی جیسے دل سے عبادت کرے بعد اس کے والدین
 اور دیگر بزرگوں اور نوادار و مہمانوں کی لچری سیوا کر کے حسب تو فیق حیدر اللہ اور
 پرندوں کو کچھ خوراک دیوے اور پرندوں کو بہت چن کر کھن کرے چونکہ معاش کا جائز
 کرنا ہی ایک ضروری فرض ہے اس واسطے کاروبار و دنیاوی خواہ لا رمتہ پیدا ہوگا
 کو پوری محنت اور وہاں مذہبی سے دھرم انوسار ہر انجام کر کے معاشرت کا و سہار پ
 اور عیسیت زدوں کی کمالیہ میں شریک ہوتا تھا اور اس سے عادی کرنا تھا
 کی عبادت و نگاہ اندوزی میں گناہ سے بد انساں پر ہر چن کر بن کر کے پچھو صدنیک
 اور زنا دار و مستول کی صحبتوں میں بسر کرے یعنی سخت سنگسار کرے مگر روزانہ
 زنا کی کامیہ وقت نہایت خطرناک سمجھا گیا اس میں پورا خیال رکھنے کہ نہ کسی کی ترائی
 سے اور نہ خود کرے۔ آخر شہ گاہنہ رات کو بستر فرما کر ہر ہر تہمت کرتا ہے اور ہر ہر
 پرانہ کال جاگسا کہ حسب متذکرہ بالا دنیا کے کل کاروبار اپنے خیمہ کی بدست کے
 مطابق سست و مارست بیکار کر اور پرہیزگار پور اور شوہر کے بیکار پنی عارضی زندگی گنتیت
 کرے۔ دنیاوی خوشیوں مثلاً دین پیر وغیرہ یاد رکھوں کی پرانی پر نہ حد سے زیادہ
 خوشی کرے۔ اور موت وغیرہ کے موقع پر شائستی سے کام لے۔ سپار و من
 منش دہی ہے جس میں پروا پکار کرتے ہوئے بھنم مرن کے بندہ یعنی چور اسی کے
 چکر سے آپنی خلاصی جو جاوگی اور صرف اسی بھنم میں آپنی پرین پر مانتا کا روشن
 کر سکتے ہو جو آپ کے ہر وہ میں اس طرح پر جہاں ہے جس طرح کہ ڈالا ہوا سر لہا ہوا

ہیں۔ نہ تو دوسرے باوجود نزدیک تر ہوئیے خود آنکھوں کو دکھائی نہیں دیتا ہے ہاں اللہ
آپ اس سرور کو ایک صاف آئینہ سے دیکھ سکتے ہو یہ بات سمجھتی سرور کا اگر آپ دشن
کرنے کے خواہشمند ہیں تو اس سلوٹن روپی آئینہ سے دیکھ لو کہ خبردار سن روپی آئینہ کو
پہلے خوب صاف کر کے چمکاؤ یعنی کام کر دو۔ لوبکہ۔ سوہ آدمی کسی پر کارگی میں
اس پر نہ رہے جب تہہ راس روپی شیشہ صاف ہو جاوے گا تو تم خود بخود ہی اس کے
ذریعہ برائتا کی منہ ہر جوت، دشن کر لو گے اور اس میں کلو ایسا آرام آئے گا کہ جس آئینہ
سے آپ کو دنیا کی خوشائیں اور تمنائیں اور خوشیاں تجھ نظر آدگی۔ اور پھر اس وقت
میں آجیکہ تم بھل ہو جاوے گا اور آپ ہو سارے پار ہو جائے۔

نہ تو ستم رہا اور نہ سہرا ب باقی	ز میں کہا گئی یہ جواں کیسے کیسے
نہ کوہ رسکنہ نہ سے قبر دارا	سے نامیوں کے نشان کیسے کیسے

پیارو کہاں ہیں راجہ راجہ راجہ کیسے کیا کاری پتر جنہوں نے اپنے تپا کے
اتزار کے بموجب رائی لیکسی کی آگیا پالن کر نیچے واسطے اچھوہ سائمری کی بادشاہی تک کا
خیال چھوڑ دیا اور بارہ برس کا بن باس اختیار کرنا منظور کر لیا کہاں ہیں لجنہ جی
جیسے دہرم دیوار رنجی بہائی جنہوں نے دنیا کی عیش و عشرت سے منہ موڑ
کر اپنے بہائی کا ساتھ دینا منظور کیا کہاں ہیں راؤن جیسے بلی اور ابھانی جو
دنیا میں اپنی برابر کسی دوسرے کو سمجھتے تک نہ تھے ہائے کہاں ہیں راجہ راجہ پتر
جیسے دہر ماتا راجہ جنہوں نے بادشاہی کیا ملک تیری پتر اور اپنی مان تک اس دہرم
کے اسوگ سودے میں دیدی اور کہاں ہیں تاروں جیسے مادہ اور کچھ جس بادشاہ

جنہوں نے روپیہ کے لالچ میں گورتان تاک کہہ واڑھے۔ کہاں میں دلا اور کھند
 جیسے شہنشاہ جنہوں نے اپنی عظمت اور بہادری کی دتیا میں دھوم مچادی
 ہائے کہاں ہیں ہماری مرحوم ملکہ و کٹوریہ جس کے راج پر سوج غروب ہو گیا نام
 تاک نہ لیتا تھا کہاں ہیں سری گور و گونبد سنگ جیسے دہری اور سوربیر جنہوں نے
 دہرم اور قوم کھانڈ نہ صرف اپنا ہی دیس دیا بلکہ اپنے نوجوان لڑکے دہرم کے بلی
 دان کئے کہاں ہیں سری سوامی دیانند برسوتی جیسے ودوان رشی رلیار مر
 جنہوں نے اپنی چند روزہ زندگی میں بہارت ورش کی کایا پٹ دی ہندو
 دہرم کی انوکھی تبدیلی کر کے دہرم پر جان قربان کر دی۔ کہاں ہیں رستم جیسے
 بہادر یوسف جیسے خوبصورت تان سین اور باجو بارے جیسے راگی لہان
 - ارسطو اور فلاطون جیسے حکما جنگی حکمت کا شہرہ چار دنگ عالم میں
 شہرہو تھا۔ مگر ہائے افسوس اپنی زندگی کی واسطے وہ بھی کچھ حکمت نہ سیکھے
 اور چل دیے۔ پیار و جوانی زمین یہاں فرش گل پہ بھی سونا سو کیا رکھتے تھے
 اور تکبر سے جن کے ناز کا۔ کان عرش بریں پہ تھا اور خنکو تھے اور خندے
 کے سوائے دم ہر آرام نہ تھا خاکیں زیر زمینوں چل بسے کہ نشان تاک
 نہ رہا غرضیکہ کس کس کو یاد کریں اور رو دیں جبکہ موجودہ چاند ستارے سورج
 اور پرتوی سمندر اور پربت آدمی سب پلا رہے کئی بار نشٹ ہوئے اور ہونگے تو کیا
 بہاؤ ان فانی چیزوں کی خاطر جھکے واسطے بقا کا نام تاک لینا مناسب نہیں ہے
 ہمارا شوک مناسب ہے ہرگز نہیں۔ اس بڑے سنار میں ہمارے کروڑوں

چتا۔ ستر ستری اور بہاؤی گندہ چکے ہیں اس لئے رشتہ داروں کے سماگم کو
 سبکی کی جگہ سمجھ کر شوک نہ کرو۔ اور شہادت جیت ہو جاوے۔ اور شہادت جیت ہو جاوے۔
 رام گیدڑوں کیو جان بونہ پروار کا کہو ناگ تہر گیدڑ نہیں سیفہ تہر گیدڑ نہیں

عزل

یوسف و یوسریں وعدہ را میل و طیس سے
 واسی و تیس و سلیمان و زینب کوہ کن
 انوری و سعدی و حاجی نظامی و غفری
 تھے جو لقمان و اسطوار و انراغوں حکم
 بولکے سے بھی ہزاروں آئے دنیا میں
 ساتھ جن کے تہا یہاں نہ شرف و پسا
 ایک ساعت بھی نہ ٹھہرے جبکا وعدہ
 دیکھتے ہی دیکھتے اکثر عزیز و آشنا
 ہائے کوئی ہی نہ پٹا لہ نہ پوچھی کچھ خبر
 چل بسینگے ایک دن ہم ہی اسی صورت آہ
 جیسے چل بسا بیاں اوروں کا ہم کر تے آہ
 خانہ اہل میں جانے کا ذرا توف نہ کر
 کہتے آئے سیر کو دیکھتے تاشے چل بے
 عاشق کامل تھے یہ لاکھوں بیکار چل بے
 سب کے سب سلطان قلیم جن تھے چل بے
 کچھ نہ حکمت زندگی کی اپنی سیکھ چل بے
 سوت کی دار کہیں پر نہ لائے چل بے
 بیکسانہ قبر کے اندر اکیلے چل بے
 جی کی جی میں ہی رہے ار ماں سا چل بے
 تندرست و خوب صورت چلتے پہرے چل بے
 چکے ہو کے شہر خاموشاں میں سا چل بے
 جسطح زیر زمین یہ لوگ اگلے چل بے
 دوست کل تکو کہیں آج وہ بھی چل بے
 کہوں انکھیں دیکھ کر کھی مار کھی چل بے

نالہ بابل شید آتو سنا سنا ہنر ہنر
اس جگر تہام کے بیو میری باری می

والہ راجہ جگر ہنر ہنر شاہ
تخت دین پستہ گول آتے پچھلے
پہلوں آتو درون ہمارا غور آتو کمال
تسرت ان پچھلے پستہ گول آتے پچھلے

الوپ

جس میں نوجوان الوپ کی دردناک موت یعنی سچے واقعہ
کا ذکر ہے۔ اور دیکھ روپی سنسار کے چار آتر نیکی و سبط
گیان شیکھ شادی گئی

مصنف

رائز ادہ لال چند سکھ احمد آباد سپیڈ ماسٹر ریلوے سکول -
ڈیڑوٹ کالری

سطح سیتھ و سہم پر چاکر ہر بار وارہ میں طبع ہوا
اس کتاب کا حق تصنیف باجو سیتھ رام مہتہ کے نام وقف ہے کوئی
ملا اجازت نہ دیا ہے کا قصہ تحریر

پیشہ سنجی سرگزشت مع گمان شہنشاہ

آج ہے م۔

سا ० سہلہ

دنجکا سہلہ

۱۲

پوستہوں پر سہلہ پر کی نیشہ نیشہ لگانا
 अनुचित है ।

कोई विद्यार्थी पन्द्रह दिन से अधिक पुस्तक नहीं
 स । सकता ।

ناظرین

آپ نے سینکڑوں ناول، کتابیں لکھیں فرمائی ہوں گی
 مگر ایسا دردناک تجربہ تاکہ سچا واقعہ آپ نے
 اور نہ پڑھا ہو گا۔ اس کتاب میں صرف دردناک حادثہ کا
 ہی ذکر نہیں ہے بلکہ سچے پرمانہ کو ملنے اور شہادت چیت
 ہو جانیکہ پورا پورا راستہ بتایا گیا ہے۔ فرائض انسانی
 طرز زندگی کا پورا پورا سبق صاحبانِ حردوار باب
 اجمیریت اس کو ملاحظہ فرما کر سیکھ سکتے ہیں۔

مولف



زمین چمن گل پہلائی سب کس کس کا
بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے

سن ۱۹۱۸ء کا سال عبرت کثیر حجت نظر کے آبی طوفان سے تباہی کے
باعث ہی شہر پرنس بریٹش کے اس نے جو تباہی اور مصیبت
سوار ہے شہر احمد آباد پر ڈالی ہے وہ بھی صفحہ ہستی کے غلگین
ریکارڈ پر یادگار ہوگی۔ ناظرین پیشتر اس کے کہ اس تباہی
کا ذکر لکھوں اس شہر کا تہوڑا سا حال بیان کرنا مناسب
سمجھتا ہوں۔ ضلع جہلم میں یہ شہر بہدر اوتی نگر کے
نام سے کسی گذشتہ زمانہ میں جبکا ٹھیک وقت معلوم نہیں ہے
کو سوں میں آباد تھا۔ فلک نامہ ہمارے اس کی عظمت و شان
آبادی و رونق پر رشک کہایا۔ اور کیا غصہ اس کو ایسا آباد سوار
کیا کہ سو اے کہنڈ رات اور رات گھ کے ڈھیر کے اس جگہ آج
کل کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ ہاں شہر مذکورہ کی دولت مند کا بنیاد
بارشی ایام میں ان کہنڈ رات سے چاندی۔ سو نے اور تانبے
کے چراغے سے آجکے برابر دستیاب ہوئی ہے پورا پورا ملتا
اکثر سیاحان انگریز ان کہنڈ رات کو دیکھتے اور پر اسے سناؤ
کی تلاش کے واسطے یہاں آتے ہیں آجکل ان کہنڈ رات سے
قریباً ایک میل کا شہر جنوبی طرف برلب دریا سے جہلم ایک

شہر بنام احمد آباد واقع ہے جس کے گوشہ شتر تاجو آباد
 قدرے شمال اور یا کی لہریں موجزن ہیں۔ جنہوں نے نہ صرف شہر کو
 خوبصورت نظارہ ہی دیا ہے بلکہ اس کی تباہی کا خاص باعث
 بھی ہے۔ شہر مذکورہ کے گوشہ شمال میں ایک میل کی دوری پر
 وہی قدرتی کینڈرات پہاڑی کی شکل میں واقعہ ہیں جنہرے
 دور دور کا نظارہ نظر آتا ہے۔ شہر مذکورہ کو ایک پرالی پل نے
 دو حصوں میں تقسیم کر کے نئے اور پرانے شہر کے نام سے
 مقابہ کر دیا ہے۔ گو کسی زمانہ میں یہ شہر توری شان و شوکت
 پر تھا۔ مگر فی زمانہ محکمہ بیکاری کے سارجنٹ تقریباً سارے شہر
 میں موجود ہیں علاوہ اس کے بیوپار اور روزگار کی حالت
 بھی ابتر ہو گئی ہے۔ گو درت سے دریا کے جہلم اس شہر کے زیر
 دربر کرنے کے درپے تھا اور کئی دفعہ پیشتر اس شہر کے بسکانات
 کو غارت کر چکا ہے۔ مگر ماہ جون ۱۹۴۷ء میں دریا نے اپنی معمولی
 حالت بدل کر ایک دہشت ناک اور تہر آلود صورت اختیار کر لی
 آنا فانا اس کا رخ بدل گیا۔ اور یہ شہر کو غارت کرنے کے درپے
 ہو گیا۔ چونکہ شہر مذکورہ ایک بلند ٹیلہ پر واقع ہے اس واسطے
 خواجہ مسافر کے ملبے اوروں کو بہت کم تکلیف کرنی پڑتی تھی۔ کیونکہ
 دریا کی ڈہاہ سے اگر ایک مکان گرا ہوتا تھا تو کئی گنا غارت ہو

سے رزاں ہو کر خود بخود گر جاتے تھے اور بہیاں لٹھارہ پیدا
 کر دیتے تھے۔ غرضیکہ ہفتہ عشرہ میں قریباً دوسو سے زیادہ مکانات
 دریا بادشاہ نے نذر لے لئے ناظرین اس موقع پر نہایت سخت سے سخت
 پتھر دل آدی بھی آلو بہائے بغیر اور حسرت سے اس دردناک
 تباہی کو دیکھتے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ جبکہ وہ ان غریب اور بیوہ
 عمر تواریکی حالت پر بنگاہ ڈالتا تھا جنکا کوئی وارث نہ تھا۔ اور
 مکان عام ہی دنیاوی جائیداد تھی۔ دریا کے کنارے کپڑے
 ہوسے اپنے مکانات میں بہیڈٹ ہوتے ہوئے
 دیکھتی تھیں اور آہ و زاری سے دردناک نالہ و فغاں کرتی سنائی
 دیتی تھیں۔ اسی پر اکتفا نہ کرتی تھیں بلکہ سب سے سوسانان اور
 بے خانناں ہونے کے علاوہ انکو باقی ماندہ دم زندگی گزارنے
 کے واسطے کوئی رہائش گاہ نہ ملتی تھی۔ کئی چیارے مرد و زن
 جھنگ پاس مال و زر کا نام نہ تھا اپنے مکانات کا نصف ملکہ بطور غرض
 دیکر اس کو گرا لے کے واسطے مجبور ہو گئے۔ تاکہ کچھ کٹری وغیرہ
 سب سے گھر نہ پہنچے کہ ایسے بچھڑوں کو ملکہ کٹری رکبے میں واسطے
 قلعہ کا بنا تو درکنار رہائشی مکان تاکہ ملنا دشوار ہو گیا ہاں
 کہانی سے ایک معمولی آبادی کا شہر اور پھر اس میں قریباً نصف
 مکانات کا گرجانا گو جن کے مکانات ابھی اس صدمے سے محفوظ تھے

انہوں نے بڑی فراخ جوصلگی سے کئی مصیبت زدوں کو خود بخلاف اختیار
 کر اپنے مکان کا حصہ دیا۔ مگر اس قدر جس قدر گنجائش تھی۔ آخر
 کل جاہلیں رگ گئیں۔ اور بعضوں کو میدان میں عارضی ڈیرے بنائے
 پڑے۔ چنانچہ ایک روز امدادی پرائیوٹ ہل سکول کے طلباء
 کو مسجد ماشران کے بوجہ خالی کر دینے موجودہ مکان، مکان، مکان
 کو میدان میں ڈیرہ لگانا پڑا اور مہتممان سکول حیران تھے کہ کیا نظام
 کیا جاوے۔ بیوہ وغیرہ مستورات جبوقت اپنے مکان کو
 دریا پر دھوئے دیکھتی تھیں اور اپنی قدیم محلہ داریوں کی مدامی
 جدائی دیکھ کر آپس میں ایسی مامی دسوز فغاں کرتی تھیں کہ شہر ایک
 ماتم کہہ نظر آتا تھا۔ بعضے مکانات ایسے عالیشان اور تازہ تعمیر شدہ
 تھے کہ ابھی تک پہلے ہنوسے تھے اور گردان کے واسطے پانی کی
 فتح پر رشک کرتی تھی۔ ہائے ایسے مکانات کے وارثوں کو اپنے
 ہاتھ سے انکار کرنا کیسے دوبر معلوم ہوتا تھا۔ کچھ تو بلحاظ روزگار و
 بیوپاریہ شہر قسمت کا مارا آگئے ہی بہت درجہ پر پہنچ چکا تھا مگر ملک
 ناہنجار نے اسپر بھی ممبر نکھار پتے سہتوں کو بے خانناں و لامکا
 کر دیا۔ حکام وقت جن کی رعایا پروری اور عدل گستری مشہور
 عالم ہے، کی طرف سے اب تک ایسی سر دھری رہی کہ باوجود طویلین
 ست دہرم پر چارک وغیرہ وغیرہ اخبارات میں کالم سیاہ

کئے جانے کے اور میو ریل بھیجے جانے کے کچھ پروا نہ کی
 گئی۔ ہاں اگر دوسرے پہلو پر سوچا جاوے تو واقعی ساکنان
 احمد آباد کی اپنی غلطی اور قصور کی سزا گورنمنٹ کی موجودہ موٹی
 ہے۔ کیونکہ ۶ سال گزرے ہیں کہ گورنمنٹ نے شہر داروں
 کی درخواست پر انکو پوری امداد دینی منظور کر لی تھی بشرطیکہ شہر دار
 خود کچھ چندہ کریں مگر ہائے بے علمی تو نے کئی گہری صرف برباد
 نہیں کئے بلکہ شہر کے شہر تیری بدولت ویران ہو گئے شہر
 کے چند بے علم دشمنوں نے ایسے موقع پر چندہ دینے
 اور امداد لینے سے قطعاً انکار کر دیا جس پر گورنمنٹ نے تعلق
 چھوڑ دیا۔ ہائے وہ شہر کے دشمن کیا بلکہ اپنی جان و مال کے
 دشمن اب کہاں ہیں کیا ان کے آسنو ایسے دردناک موقع
 پر نہیں بکتے ہونگے جب کہ بیوہ اور مظلوم عورتوں کے دل کا دھڑکاں
 ان کے دماغ میں چڑکھ اور آہوں سے سرد ہو کر اور منجھ قطرہ بک
 اس کی آنکھوں سے نکلنے کو تیار ہو گیا ہے۔ مگر نہیں ان بیچاروں
 کا کیا قصور۔ پر ماننا کی طرف سے جس شہر پر تعصبات نازل ہوتی ہے
 اُس کے فرو کرنے کے واسطے سوائے پر ماننا کے اور کوئی نہیں
 کر سکتا ہے۔ تقدیر کے آگے تدبیریں لا حاصل نظر آتی
 ہیں۔ اب دریائے اٹک مارچ پلٹا ہے۔ اور حسد

نخواستہ اگر چندے یہی حالت رہی تو شہر کی شمالی زمینوں کو
تہ وبالا کرتا ہوا سارے شہر کو گرائے گا۔

امید کیجاتی ہے کہ گورنمنٹ مالیہ جس کی رعایا پروری
اور دادگستری اور غربا پروری مشہور عالم ہے مزدور و قجہ
فرما کر اپنی بے بس رعیت کے واسطے دلی ہمدردی سے
کام لے گی اور شہر کو سچانے کی کوشش کریگی۔
ناظرین دریا نے صرف مکان کے گرائے پر ہی اکتفا نہیں
کیا بلکہ ذیل کا دردناک واقعہ اس کی نظم - سردمہری اور
بے دردی کا پورا پورا ثبوت ہے۔

فصل دوم

تبیکہ قسمت کی برائی نہیں جاتی

بگڑی ہوئی تعمیر بنائی نہیں جاتی

ستمِ نبیؐ کے ٹھیک پانچ بجے تھے صبح کا وقت تھا
ایک لڑکی جس کی عمر تقریباً بارہ یا تیرہ برس کی ہوگی پر ماما نے
جس کماں کے ساتھ اُسے لیاقت اور سلیقہ عطا کیا تھا ویسے
ہی شرم و حیا کی اُس خوبی سے جو ستورات کے لئے ضروری ہے
محروم نہیں رکھا تھا آج اسے اپنے پتی کے ہمراہ والدین کا گھر
چھوڑ کر شادی کے بعد پہلی ہی دفعہ سسرال میں جانا تھا گو والد
گھر کی جدائی کے باعث اور والدین کی علیحدگی کی خاطر سوچیں
کی طرح ہماری دیوی کی ظاہر صورت اور اس نظر آتی تھی مگر چونکہ
اُس نے ایک طرح کی نئی زندگی میں پتی وہم پالنہ کے اور
گریہ ست آشرم نہانے کی امیدیں داخل ہونا تھا اس واسطے
جسکی دلی مسرت کو وہی جانتی ہوگی چنانچہ بیچ ہی لباس وغیرہ
تبدیل کر کے اور اپنی سہیلیوں سے مل ملا کر چلنے کی تیاری کر دی

ناظرین اس دیوی کے حسب نسب کی بابت صرف اتنا
 ہی لکھنا کافی ہوگا کہ یہ ہمارے ایک شریف مہمن بہائی کی دختر
 ہے۔ لیاقت اور سلیقہ خانہ داری میں پوری لائق۔ علاوہ
 سادہ مزاج اور سادہ دل ہونے کے نیک خیالات والی اور
 پاک سرشت لڑکی ہے آج یہ دیوی اپنے سوامی سترنوپ
 کے ہمراہ جو کہ واقعی اسم باسمی ہے اپنی سسرال میں جانے
 کی واسطے گھر سے روانہ ہوئی ہے۔ ہمارے نوجوان انوپ کے بارے
 میں صرف اس قدر لکھنا کافی ہوگا کہ یہ نوجوان قریباً ۱۸ برس
 کی عمر کا بانکا جوان شہر بہرہ کا سکوتی ہمارے مہربان لالہ
 منسراج ڈپٹی انسپکٹر پولیس کا فرزند اکبر ہے۔ علمی لیاقت۔
 بلنداری۔ محبت اور حلیمی میں یہ نوجوان یکساں تھا۔ آج
 کل لاہور کالج میں ایف۔ اے۔ کلاس میں تعلیم پاتا تھا۔ خدشوں
 پر گہرا آیا ہوا تھا جہاں سے اپنی دہرم پتی کو لینے اور علاوہ اس
 کے ایک قریبی رشتہ دار کے شادی میں شامل ہونیکے واسطے
 یہاں آیا تھا۔ غرضیکہ جسوقت یہ جوڑا امجد اپنے والدین کے
 گھر سے روانہ ہوا تو راستہ میں جو کوئی ہمارے نوجوان ستر
 انوپ سے ملا اسے خوش اخلاقی اور خوش وضعی سے کشادہ
 پیشانی پورے جنٹلمینوں کی طرح اس سے الوداعی الفاظ



کے قریب ہر ایک مرد و زن ساکنان احمد آباد اس نوجوان
 کی خوش اخلاقی اور حلیمی کے مباح تھے کیونکہ اس نے تہوڑی سی
 دیا م قیام میں سب کے دل تسخیر کر لئے تھے۔ مگر ہائے
 فلک تیرا ستیا ناس ہو۔ ایسا انسان دنیا میں گزرا ہے
 جس کے اوصاف پر سچے شک نہ آیا ہو۔ ہائے تیری نگاہ اس
 کج بخت جوڑے پر بھی جا پڑی۔ اور تو حسرت کی نگاہ سے
 منکود کیجئے لگا، کشتی کا محصول ہٹیکیدار اں گزر کو دیکر
 ہمارا نوجوان الوپ سمہ دیگر رشتہ داروں کے سوار ہو گیا
 مگر سوار ہوتے ہی اس کے خیالات نے پلٹا کہا یا اور شرم
 دیا لے دامن پچڑا اپنے ماموں لالہ دیارام سے جو کہ پاک
 ہی تھا آہستہ آہستہ یہ الفاظ کہہ کر کہہ کر اپنے والد سے
 اور ساس اور والدہ کے رد بروا اپنی دہرم پتی کے ہمراہ جانے
 سے شرم آتا ہے بہتر ہو گا کہ میں الگ دوسری کشتی میں آج شام
 کو یا کل صبح چلا جاؤں گا یہ الفاظ کہہ کر جب کشتی سے کو داپنا
 کرایہ یعنی محصول گزردا پس لے اپنے ماموں کے ہمراہ دپس
 بازار جانے کو تیار ہو گیا ہر چند سب نے ضد کی اور پکارا مگر
 تقدیر نے کسی کی پیش نہ چلنی دی پیار سے ناظرین ہمارے
 نوجوان غریب الوپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ فرشتہ اجل میری زندگی

کے مکان کے نیچے سڑگ بنا چکا ہے اور اب اس میں
 باروت بچھا رہا ہے اور کوئی دم میں آگ لگا کر اسکو اڑانے
 کے واسطے ہے گو وہ محضیوں وغیرہ دیکھ کشتی پر سوار ہو چکا تھا
 مگر قہر یا عینبی طاقت نے اس کے کانوں میں شرم دیا
 لفظ پھونک کر اسکو کشتی سے اترنے کے واسطے مجبور کر دیا۔
 کسی نے سچ کہا ہے

بیک لحظہ بیک عتاب یکدم
 دگرگوں میشود احوال عالم

فصل سویم

بے چارے گلچیں جن سے گل اڑا کر حیف صد
 باغباں ہے بے خبر دربان ہیں سوئے ہوئے
 انوپ ہائے انوپ! آج جہلم کا دریا اپنے پور سے زور
 شور سے بہ رہا ہے خاص کر اپنی درستی و تیز رفتاری سے
 ساکنان احمد آباد کے دروں کو دھڑکا رہا ہے گویا پور سے
 جوش و خروش ہیں ہے اس کی نگاہ آج نوجوانوں کی طرح

بیٹھ شیخ سی نظر آرہی ہے۔ اس وقت ایک نوجوان
 اشنان سے فارغ ہو کر کسی پاس والے سے باتیں کر رہا ہے
 کہ سامنے سے ایک اور آدمی آئے جو حسب معمول پر ماتما کی
 عبادت کرنے کے واسطے کنارے دریا پر کھڑا ہے اچانک
 دریا میں ہاتھ اٹھتے دیکھ کر زور سے پکارا۔ پکڑیو۔ پکڑیو
 گوٹھی ڈوب جاتا ہے ناظرین ان الفاظ نے ہمارے نوجوان
 کو جب کوہم لالہ دیار ام کہہ سکتے ہیں لرز اویا اور جو ہیں بسنے
 منہ موڑا اپنے عزیز انوپ کو نہ پایا یکدم غوغا و شور مچا یا کہ ہاں
 میرا انوپ ڈوب گیا پکڑیو پکڑیو۔ یہ الفاظ سنتے ہی ایک
 شریف آدمی نے چھلانگ ماری مگر وہاں دریا کا اس قدر
 زور تھا کہ اٹھی ٹنہ کی کہاٹی اور غریق کا کوئی نشان تک نظر
 نہ ہوا ناظرین ہمارا نوجوان عزیز انوپ کشتی سے اتر کر
 شہر سے حجامت کر داکر اپنے ماموں لالہ دیار ام کے
 جمہراہ اشنان کے واسطے دریا پر آیا تھا اور دیار ام نے
 تو ہنسا کر اپنے ایک رشتہ دار سے باتیں شروع کر دیں مگر
 نوجوان انوپ نے جو ہیں دریا پر قدم رکھا اجل نے اُس
 کو ایسا دھکا دیا کہ چشم زدن میں پانی اُسکو کہاٹے کہاٹ
 لیکھا۔ صرف ایک دفعہ اس کے ہاتھ باہر نکلے اور پھر پتہ

نشان بالکل نثارو - دریا پر فودہ ہی گہرام مچ گیا - آنا نانا یہ خبر
 شہر میں پہنچی - مرد و زن تھوڑے کلاں آہ و نالہ کناں کنارہ دریا
 پر آنکھ لائے دیکھ رہے تھے اور دوسرے رشتہ داروں نے بہت تلاش
 کی مگر کچھ پتہ نہ ملا سکی آنکھیں کے آگے حسرت و اندوہ کی تصویریں
 پھرنے لگیں اور حیران پریشان شہر میں واپس آگئے وہ ہنس
 چشم زدن میں غائب ہو گیا

مولف - ہائے انسان کیا کیا امیدیں باندھتا ہے -
 زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتا ہے بے پر کی اڑتا ہے خواہ
 بخواد جائے سے باہر بھاگتا ہے لیکن جوں ہی دست اجل کے
 تاجو چڑھا دے ہم ہر کی بھی مہلت نہیں ملتی پہرہ امیدیں امیدیں
 رہ جاتی ہیں - ماں کو بچہ کے پیدا ہونے پر کتنی خوشی ہوتی ہے
 وہ محبت کی پستی اپنے خیالات میں ہی اُسے نوجوان برسرِ درگاہ
 شادی شدہ نہیں نہیں بلکہ پوتوں نواسوں والا فرض کر
 لیتی ہے - لیکن آہ ظالم موت - بیچارہ کے ہوائی محلوں
 کو کس طرح خاک میں ملا دیتی ہے کوئی ہی ایسا خوش نصیب ہوگا
 جس کی امیدیں اس کے خیالات کے موافق برآئی ہوں گی -
 ہائے ہائے ! غضب تو اس وقت ہوتا ہے جبکہ بوقت موت
 میں عالم شباب میں کسی کے پیچھے پڑ جاتی ہے - ناظرین ذرا

دل تباہ ہے۔ آنسوؤں کو روک لیجئے۔ میرا تسلیم کر رہا ہے
 اور جوش گریہ ہے کہ خود بخود اٹھ اچلا آتا ہے جبکہ مجھے یہ خیال آتا
 ہے کہ دوجہتہ وقت ہمارے عزیز انوپ کے سامنے عجیب شکلیر
 آتی ہوں گی وہ دیکھتا ہوگا کہ دیوتے آتے ہیں اور اس کے
 زرد چہرہ کو دیکھ کر دائر ہیں مار کر روتے ہیں وہ دیکھتا ہوگا کہ اس
 کے دست جو مرچکے ہیں کفن پہنے ہوئے آتے ہیں اور اس
 کی صورت دیکھ کر سر ملاتے ہیں وہ دیکھتا ہوگا کہ اس کی والدہ
 اور باپ غمگین اور کبیرہ خاطر اس کو دیکھتے ہیں مگر بے بس ہیں
 وہ دیکھتا ہوگا کہ میری پیاری دہرم پتی رنج و الم میں عذاب میرے
 سامنے بیہوش پڑی ہو مگر کچھ کر نہیں سکتی غرضیکہ ہمارے فوجوں
 کی خیالی تصویریں ایسا ناک موت کا نظارہ کیا کیا رنگ بہتیاں
 کبھی پیاری چہنی کے ہمراہ اپنے وطن جانیکا خیال اور کبھی
 تقیر کا زبردستی کشتی سے اتر آنا اور موت کا سامنا عجیب
 عجیب اثر پیدا کرتے ہونگے۔ ہاں سپر کوہ الم کیوں نہ ٹوٹ
 پڑتا ہوگا جبکہ اس کو کالج کے کلاس فیلوز کی یاد آتی ہوگی
 اپنے پردیسروں کی تقریریں اور اس پر آئندہ زندگی کے
 مزاج سوچنے اور مختلف سبکدوش پر لیکچروں کے سننے کا اثر
 اور اس کے مقابلہ میں یہ موت کا فوٹو اسکو کیسے حیران کرنا ہوگا

غوصیکہ ان باتوں کو یا تو ہمارا مٹا دیا جائے یا رہتا
جائے ہمارا تو صرف خیال ہی خیال ہے جو کہ دنیا کی ناپائیداری
کا پورا ثبوت دیتا ہے

اس کاشتہستی میں عجب دید ہے لیکن
جبہ نکو کھلی گل کی تو موسم ہے خزاں کا

فصل چہارم

بابائے یہ کیا ہو گیا

ناظرین - انوپ کی والدہ اور دہرم مٹی وغیرہ کشتی سے اتر کر بہرہ
سے کچھ دور ہی پرایک جگہ ہے وہاں کسی رشتہ دار کے لڑکے
کی رسم ہوٹا ششی کے جشن پر چلی گئیں اور ہنسی خوشی۔ رنگ
رنگیلیاں منانے میں مصروف ہو گئیں اور اسکا سسر شہر
بہرہ میں چلا گیا۔ جب ان سب کو پیارے انوپ کے ڈوب جانے
کی اور پتہ نہ ملنے کی خبر پہنچی تو سب کو حقد رینج و اغم ہوا وہ
احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ والدہ نے توبہ و حشت اور خیریت

ہی لغو مارا۔ آنکھوں میں خون اُتر آیا اور حیران و پریشان عالم
 سکتے میں بیہوش ہو کر پڑی۔ ساتھ ہی ہماری دیوی کے ہوش
 کے ٹوٹے اڑ گئے۔ خون جگر کہا نے لگی دم بخود ہو کر ششدر
 ہو گئی۔ اگر کہتی تو کیا کہتی اس کی بہار جو الٹی پر خزان غم نے نمود
 سایہ ڈال دیا وہ پہلوں کی مالا جو صرف آج پتی کی خاطر زیب بکلو
 کی گئی تھی توڑتاڑ کر خاکیں ملا دی۔ ریشمی۔ زربفتی پوشاک کو حیر
 پہاڑ کر خاک کر دیا دنیا نگاہ میں تیرہ دتار نظر آنی لگی دلیں کہتی تھی
 کہ اسے مانک ہائے یہ کیا ہو گیا۔ کیا یہ خواب ہے یا سچا واقعہ
 ناظرین غور کا مقام ہے کہ ان جگے دلوں پر پیار سے انوپ
 کے ڈوب جانے کی لفظ نے کتنا ستم ڈھایا ہو گا بار بار اس کے
 سسہ اور لالہ بوٹال کے منہ سے یہ آواز نکلتی تھی کہ اے فلک
 کینہ در سچے میرے سخت جگر پر رحم نہ آیا۔ آج تک تیرا سینہ مظلوم
 کی آہوں سے محفوظ رہا مگر یہ وہ کہنا کہ ہم ستم رسیدوں کی شعلہ خیز
 آہوں سے بجھے اپنی جان بچانی مشکل ہو جاوے گی۔ ایک آہ سے
 تیرا وجود نابود نہ ہوا تو ہمارا ذمہ اسے حاسد فلک خدا سے
 غارت کرے۔ اسے کبخت نصیب تیرا بڑا ہو۔ غرضیکہ آہ و
 فغان کرتے ہوئے سب احباب بادیں پہنچے۔ مگر لاش کا پتہ نہ لگنے
 کی وجہ سے حیران و سرگردان رہے پوچھنے میں حسب دستور

رپورٹ پہنچائی گئی -

فصل پنجم

لاش کی تلاش

پچھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا گئے
 حسرت امن غنچوں پہ ہے جو بن کیلے مرجھا گئے
 چہرہ تمبر کو ابھی شہر ق کا شاہ سوار شعاعوں کا تیرا ہاتھ میں لیکر
 عرصہ پیہر پر غنودار نہیں ہوا تھا کہ ہمارے بہائی لالہ دیار ام
 بمبہ کنٹیل پولیس و ملاح کے کشتی دیکر نوجوان کی لاش کی تلاش
 کیو اسٹے شہر سے روانہ ہوئے کشتی کنارے کنارے چلی جاتی
 تھنی اور لالہ دیار ام کی بچا ہ پانی کی ہر لہر کے ساتھ تقاضا
 کرتی تھی دل حسرت سے چڑھتا ہر لمحہ زمانہ کی کج رفتاری کی شکا
 کرتا جاتا تھا۔ ہائے وہ بانکا نوجوان جس کی شکل مہر و ماد کے
 متشابہ تھی اور ہر کسی کو پیاری لگتی تھی لالہ دیار ام کی آنکھوں
 کے آگے بار بار آکر اس کی حالت دیگرگوں کر رہی تھی گوارس
 کی آنکھوں کے آگے گاہ گاہ آنسوؤں کے پانی سے تاریکی

آجاتی تھی مگر وہ اس خیال سے کہ کہیں لاش آنہوں سے اوپر
 نہ ہو جاوے آنسوؤں کو بار بار رو رہا رہا سے پوچھتا تھا وہیں
 خیال آتا تھا کہ ہمارے نوجوان کی روح تو جسم سے پرواز کر گئی
 ہوگی مگر اسے پر ماتما ایک دفعہ اس کی شکل کا آخری جلوہ تو دکھا
 غرضیکہ کشتی چلتے چلتے ایک تپ پر جبکا نام گزر کو ہلیان والا
 ہے اور احمد آباد سے قریب چار کوس کے فاصلہ پر ہے۔

جانچی۔ کچھ تپ نہ لگا۔ ہمارے تلاش کنندوں کی پریشانی
 حد سے زیادہ بڑھ گئی کیونکہ دل میں خیال آتا تھا کہ شاید کسی
 آبی جانور نے ہمارے نوجوان کو اپنا لقمہ تر بنالیا ہوگا۔ ہمارے
 ہمارے ایسے مقسوم کہاں کہ اپنے ہانکے چیل چیلے عزیز کی
 شکل کو پھر دیکھ سکیں ٹھیکہ اگر گزرے حالات سننے کے بعد
 تسلی دی اور کہا کہ جہاں تک میرا خیال ہے لاش اس مقام
 سے نیچے نہیں گئی پورے آٹھ پہر کے بعد مردہ تیرتا ہے
 بہتر ہوگا کہ تم آگے نہ جاؤ اور یہاں انتظار ہی کرو۔

ثناء گفتگو میں ٹھیکہ دار نے کور کی نگاہ ایک ایسی چیز پر جا پڑی
 جس کی شکل سیاہ اور گول سی تھی۔ پانی سے باہر نکلتی ہوئی تیرتی
 آتی تھی جس کو دیکھ کر لالہ دیارام کو شک کے بجائے یقین ہو گیا
 کہ غالباً وہی لاش ہے۔ فوراً اوپر سرخ کیا اور اس کا شک واقعی

یقین سے بدل گیا۔ جب اس نے اپنے سر و قد بخیل نو نہال کے
 سر کو پانی سے ذرا نکلتے ہوئے دیکھا فوراً درد و الم سے بہا ہوا
 جگر خاش نعرہ مارا اور گئے لپٹ گیا زار زار روتا تھا مگر اب کیا
 ہو سکتا تھا وہ چاندی صورت بدستور اصلی رنگت پر تھی صرف
 کسی آبی جانور نے منہ پر تھوڑا سا زخم لگا دیا تھا۔ آخر قہر و
 بر جاں در دیش لاش کو کشتی میں رکھ کر واپس ہو چکے ہمارے
 بھائی لالہ دیار ام کشتی میں بیٹھا ہوا بار بار اس کی شکل دیکھتا
 تھا اور صانع کی صنعت اور زمانہ کی کج رفتاری اور ناکہ کی ستم
 شعاری کو یاد کرتا تھا کہ یہی خود ہی کے عالم میں کہتا تھا کہ اسے
 میرے نوجوان عزیز کیا تو ابھی تاک غسل نہیں کر چکا۔ میرے
 انوپ دیکھ تیرا موی کب سے تیری انتظار کی کیو سٹے کنارہ
 پر کھڑا ہے۔ ہائے تو مہنہ سے کیوں نہیں بولتا۔ میں نے مہلا کو نہ
 گناہ کیا ہے۔ اسے نہ نکار کیا میرا انوپ واقعی مریچک ہے اگر یہ
 سچ ہے تو زندہ کے بجائے مردہ کو میں کیسے سے کنارہ پر سے
 جاد نکلا۔ اسے پر ماتما چھسیر رحم کر اور ایک دفعہ اس کو زندگی بخشیں
 ناظرین حب انسان کو دینی صدمہ شیعہ اس کی حالت دیکھ کر
 ہو جاتی ہے تو عالم بخیر دی میں ممکن و ناممکن سب کچھ اس کے
 منہ سے نکل جاتا ہے۔

فصل ششم

لاش مل گئی

غم و غصہ و رنج اندود و حسرتاں

ہمارے یہی ہیں مہرباں کیسے کیسے

دو پہر کا وقت ہے اور ماہ ستمبر کی گرمی آفتاب کی تپش غضبناک ہے

دھوپ کی تیزی انتہا درجہ کو پہنچ گئی زمین تپ کر تانبا ہو گئی

پہول سے چہرے کھل گئے۔ ان دریائی سفر کرنے والوں کی حالت

قابل رحم ہے جو باد چوداس قدر گرمی اور آفتاب کی سختی اور اسپر

سجرات آبی حرارت کے مار مار کرتے ہوئے کشتی کو شمال کے رخ

پہاڑے ہیں اُف یہ تو ہمارے بد نصیب بپائی لالہ دیا رام ہیں۔

یہ ظلم رسیدہ اڈپ کی لاش کو کشتی میں رکھے ہوئے لئے جا رہے

ہیں۔ ہائے کیا حاسد فلک کو اس پر رحم نہ آیا اس نے یہ کیا

کر دیا۔ ناظرین۔ ٹھیک بارہ بجے کا وقت تھا کہ شہر میں غوغا مچ گیا

کہ لوفپ کی لاش مل گئی ہے شہر کا مردوزن کیا بلکہ بچہ بچہ اس جوان

رعنا۔ مہر و قد کی لاش کو دیکھنے کی خاطر دریا کے کنارے پر

دیکھنے کو روانہ ہوئے چونکہ کشتی خاص اپنی جگہ ٹھہرائی گئی
 ہتی جہاں سے ہمارا لوجوان شکار اجل ہوا تھا۔ جوق دھوق
 خلقت آئی شروع ہو گئی۔ نصف ناول بھی اس در داگیر موقع پر
 منجور ہوا اس دردناک و عبرت ناک نظارہ کو سچیم خود دیکھ رہا
 تھا۔ ناظرین ویدشتید میں صدمہ ہا کوس کا فرق ہوتا ہے اب
 حسرتناک و اندوہاگین نظارے ساری عمر میں نہ دیکھا نہ
 سنا تھا۔ ہمارا لوجوان عزیز کشتی میں بسے پاؤں پہاڑ سے
 خواب راحت میں مست سو یا ہوا تھا۔ اس کی لینڈ ایسی گہری
 اور میٹھی ہے کہ زلزلہ پر زلزلہ ہی اگر آجاوے تو وہ کروٹ نہ پھوٹے
 اس کو خبر تک نہ ہتی کہ میری اس لینڈ پر آج ساکنان احمد آباد
 پر کیسی اہمتری اور تباہی پہیل رہی ہے اور وہ کتنے آدمی زاری
 کر رہے ہیں۔ میرے ہنسے کا مقام ماتم کہ وہ بن چکا ہے
 ان سب باتوں سے۔ بے خبر ہمارا لوجوان عامی مستی میں مست
 پڑا تھا۔ ہائے کیسا دردناک نظارہ تھا۔ اس کے سر ہائے
 پر اسکا والہ دسسر لالہ بڑا رام ہائے بچیا ہائے بچیا کے
 دردناک الفاظ بچو وی کے عالم میں کہتا ہوا حیران و سرگردان
 آہ و نالہ کنان کہڑا تھا۔ بار بار اپنے لوجوان داماد کے پہرے
 اور سرقد کو دیکھنا اس کی لیاقتوں کا اور دنیا میں نامور بننے کے

خیالات کو اس کی اس مستزائے حالت سے متاثر کرتا اور دم بچو ہو جاتا تھا۔ اور انقلاب زمانہ کی دل ہی دل میں شکایت کرتا تھا ہر مرد و زن کیا بلکہ بچہ بچہ کی خواہش تھی کہ اس بچارے انوپ کے چہرہ کو جسے اپنی خوش اخلاقی اور جیسی کی خوشبو سے ایک جادو بہر می تاثیر کے ساتھ سارے شہر کو معطر کر دیا تھا اور اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔

خدا وہ اب مردہ حالت ہی

ناظرین حبوت میں خود عزیز کی لاش اور چہرہ پر خفہ و صفا نگاہ ڈالی یکدم آنسو جاری ہو گئے زمانہ کا اونچ نیچ۔ عیش و عشرت کی بے فکر زندگی کا اس حالت سے مقابلہ کرنا تھا اور دل میں خیالات آتے تھے کہ کہاں اس عزیز جوان سے ملنے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو کر اپنے خاندان کا فخر اپنے شہر کا نامور قوم کا خیر خواہ۔ مذہبی و ہرم کی سوسائٹیوں کا و ہر ماہیڈ رہتا تھا اور کہاں ظالم موت نے عین عالم شباب میں اس کو اپنا قلم بنالیا۔ کبھی عزیز انوپ کے سرو قد اور اس کی جوانی کا خیال کبھی اس کی خوبصورتی اور تعلیم کا وہیان دیر صبر سے پہنچاتا تھا۔ سچ ہے اس دنیا میں جہانگ غور سے نگاہ کریں سوائے رنج و الم کے کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا۔ واقعی یہ وہ کہ کی ٹی ہے جس کی ہڈیں انسان شکایہ کہیلتا ہے۔ ہائے اس کی پیاری و ہرمی

کے دمیں کیا کیا خیالات گزرتے ہونگے۔ اس کی عمر ہمارے
 پُراناک خیالات کے محاط سے کیسے کٹے گی۔ وہ معصوم اس
 صدمے کو کیسے برداشت کر سکیگی۔ غرضیکہ میں اسی شش و پنج
 میں تھا کہ چند مسدورات اسی معصوم دیوی کو جسکو ہمارا عزیز و اقربا
 مدامی مفارقت و ہجرت آج ہوگی کا خطاب دے گیا تھا تھاٹھے
 ہوئے لاش کے پاس لائیں۔

ناظرین اس وقت کا دردناک نظارہ لکھتے ہوئے میری قلم
 رک جاتی ہے۔ آنکھوں سے آنسو بہا نہیں ہوتے ہائے
 اس دردناک عبرتناک نظارہ کا فوٹو میں کیسے لکھوں۔

دیوی نے جو میں اپنے پریم پیارے کے چہرہ پر نگاہ ڈالی
 سکتے کے عالم میں ہو گئی۔ خون خشک ہو گیا گویا صرف آنکھیں
 پتی کے چہرہ پر تھیں۔ مگر بدن میں جان نہ تھی۔ ایسا عالم
 بیخودمی طاری ہو گیا اور خاموشی چھا گئی کہ اسکو دین و دنیا
 کی خبر تک نہ رہی بے ہوش ہو کر گرنے کو تھی کہ چند سہیلیوں
 ہم لوگوں کی آواز پر اس کو سمہالا اور علیحدہ کر لے گئیں۔
 شرم و حیا نے ہماری دیوی کی زبان پر ایسا قفل مقفل کر دیا
 کہ ایک لفظ تک سو اسے ہنڈھی ہنڈھی آہوں کے اسکی
 زبان سے نہ نکلتا تھا۔ اسے اٹھایا۔ اسے پٹیوں کے دیش

ابھی تک تجھ میں ایسی دیویاں موجود ہیں جنکا ہر وہ سخت
 سے سخت زخموں سے گہاں ہو چکا ہے اور دنیاوی رنجوں
 کے باعث اس کا دل چیلنی ہو کر ملینیت بنا لو ہو چکا ہے
 مگر فرم دیا کا خیال کیا مجال کہ دل سے دور ہو جاوے اسے
 دیوتاؤں کی پاک ہبومی آہ تیرے پر کیسے گہور پاپ ہو رہے
 ہیں۔ تیرے لاڈے۔ تیرے فخر کیسی کیسی نصیبتیں سم رہے
 ہیں۔ مگر نہیں تو نے پہر ہی ایسی دیویاں پیدا کر دی ہوئی
 ہیں جو کر دینا کے اور طبقوں سے انسانیت کے درجہ
 میں بدرجہا سبقت رکھتی ہیں۔ مگر اسے بہارت ذرا
 آنکھ کھول تیرے معصوم بچوں پر کیا ظلم ہو رہا ہے اور تو
 اس کی خبر نہیں لیتا۔ اسے نلک شکر اتنا ظلم سچے شایاں نہ تھا
 ناظرین ہماری بیکس دیوی دل ہی دل میں ضرور کہتی ہو گی کہ
 اسے نلک میں ہاتھ بے گناہ ہوں بے قصور معصوم ہیں
 اسے بے مہربان نلک تجھ کو تیرے اس ظلم کا بدلہ ضرور
 ملیگا۔ میں درگاہ ایزوی میں مستغیث بنکر اور تجھ کو کمزور بنکر
 عدالت کے روبرو کھڑا کروں گی اور فرما دوں گی کہ اسے پرتا
 میرے عشرتگدہ کا چراغ تھمے ہمیشہ کے لئے گل کر دیا سخت
 میقرار اور زندگی سے بیزار ہوں۔ ہائے مجھے اصلی آج دانہ

کے بجائے غم کی روٹی اور بیتابی کا پانی اب پینا پڑیگا۔
 میری دنیاوی خوشی کیکلم کا فور ہو گئی اب میرا جینا حرام ہے
 بہتر ہو گا کہ تو میری ہی زندگی لے لے۔ بیشک اس قسم کے
 دردناک خیالات سے ہماری دیوی کا ہر وہ پُر ہو گا۔ مگر
 شرم و حیا کا پانی ایسے جگر سوز شعلوں کو دیوی کے شمنہ سے
 باہر آنے سے روکتا تھا۔ اور معلوم نہیں کہ یہ شعلے اسکے
 دل پر کیا اثر پیدا کرتے ہونگے۔ اور پیدا کریں گے۔

لاش کو دیکھ کر اور دنیا کی بے ثباتی کے خیال کو ہر ایک
 فرد بشر اپنے ذہن میں جگہ دیکر اور درد و الم سے متاثر ہو کر
 اس حسرتناک سرگذشت پر غور کرنے کے لئے الگ الگ
 جا بیٹھے۔ پولیس سارجنٹ نے بھی ہمارے عزیز نوجوان
 کی ساری کیفیت لالہ بٹمال سے قلمبند کرائی اور بروئے

قانون سمجھداروں سے لاش شناخت کرا کر ان کی ٹہریں
 ثبت کرائیں۔ کیونکہ اب شمشان بھومی میں لاش کو پہچاننے
 اور جلا نیکا وقت قریب تھا صرف اتنی اتخاری تھی کہ اسکی
 والدہ اور دوسرے رشتہ دار جو کل شام کو گھبراہ چلے گئے تھے
 اگر آخری ٹہنہ دیکھ لیں۔ قریباً ہم بچے ہونگے کہ لاش کے
 ملنے کی خبر سن کر شہر گھبراہ سے ہمارے عزیز الوپ کی والدہ

اور دوسرے رشتہ دار - دوست آشنا - مرد و زن جنگی
 لا انتہا تعداد تھی ناؤ پر سامنے سے آتے ہوئے اور آہ و
 نناں کرتے ہوئے دکھائی دئے - اُدھر ناؤ کا سامنے
 آنا تھا کہ اُدھر لوگوں نے لاش کو تختہ تابوت پر ڈال کر مرگٹ
 میں لیجانے کا رخ کیا -

ناظرینِ صیوقت ہماری بہائی بوٹا مل اپنی معصوم دختر
 بد اختر کو تختہ تابوت کے نیچے نیچے اپنے ہاتھوں سے تہا
 ہوئے آہ و فغاں کرتا ہوا شمشانِ بھومی میں جاتا تھا
 اُس وقت سخت سے سخت پتھر دل آدمی ہی روئے بغیر
 نہ رہ سکا - یہ ایسا موثر دردناک نظارہ تھا کہ جنہ خلقت کے
 دلوں کے اندر حرارت پیدا کر دی اور اس حرارت نے
 لوگوں کے اندر رونے سے آہوں کا دھواں نکالا - ہر خود
 دہکلاں ڈھاریں مار کر روتے تھے بعض ایسے بیخود ہو گئے
 کہ اس نظارہ کو برداشت نہ کر سکے -

آخر ش لاش کو مرگٹ میں اتار کر رکھا گیا اور ہمارے
 الوپ کی والدہ صیوقت ناؤ سے اُتر سی سیدھی آہ و نناں
 کرتی ہوئی اپنے تختِ جگر کی لاش کو دیکھتے ہی چینیں مار کر
 اُس سے لپٹ گئی - کبھی تختِ جگر کو چپاتی سے لگاتی کبھی اُس

سر و چشم پر بوسہ دیتی ہاں۔ اس کی نگاہیں کیسی صبر سے
 بہری ہو گئی ہیں۔ ہاں یہ کیسا دل سوز و قہر تھا خاکہ کے
 کہ کسی والدہ کو کبھی ایسے نوجوان کا صدمہ نہ پہنچے۔ ہر چند
 مستورات اسکو اپنے دل بند کی لاش سے الگ کرتی تھیں۔
 مگر وہ ماتا کی ماری اسکو کب مانتی تھی۔ اسکا بہائی لالہ
 دیارام جو ایک طرف دل پر ہاتھ رکھے شمشہر کھڑا تھا ہنڈی
 سانسین بہڑتا ہوا ہمشیرہ کے پاس گیا اور کہنے لگا اے
 بہن یہ پرائی چیز تھی ہمارا اسپر عارضی تعلق تھا ماکا نے
 چین لی اب آہ و زاری میسو وہے۔ مہر کر اور لاش کو چھوڑ
 اصلی النوب نہ معلوم اس جسم سے کس وقت فرار ہو گیا ہے
 اب لاش کو جلانے دو۔ مگر والدہ اپنے سخت جگر کے چہرہ کو
 بار بار دیکھتی اور کہتی تھی اے میرے جگر کے ٹکڑے تادم حیا
 یہ تیری بہولی بہائی بصورت کی یاد میرے کلیجہ اور دہن آگ لگاتی
 رہنگی اور میں کباب بیچ بن کر ہر وقت پہلو بدلتی رہونگی میں
 اپنی بد قسمتی کے باعث تباہی ہو رہی صیت کے گرداب میں
 غوطے کھاتی رہونگی غرضیکہ اس کی درمناک نفاں بار بار
 ہم لوگوں کو رولا لاتی تھی جبکہ وہ دل سوز آواز میں یہ کہتی تھی کہ اے
 میرے سخت جگر اگر تو نے عدم کا راستہ اختیار ہی کرنا تھا تو

میرے ساتھ کا تو انتظار کر لیتا۔ ہائے میرے ہائے سہرے
 پروں والے پرندے کیا تیری تجوک آج اس دنیا کے باغ
 میں تھم ہو چکی۔ کیا تو آئندہ اس ڈار میں نظر نہ آویگا۔

ہائے ستم میرا بس آج غیر ملک کا مسافر بن گیا۔ اے میرے
 نوجوان بابو تیرے کالج کے گریجویٹ و انڈر گریجویٹ دوست تیرے

کالج میں تیری غیر حاضری پر پروفیسر کو کس دردناک طور پر تیری

موت کی خبر دینگے۔ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ اس خوبی و ریاضت پر

ہی خون پینا ہے تو میں تجھے اس طرف رخ ہی کیوں کرنے دیتی

اے پرمانتا بن کن بد اعمالیوں کے ماتحت تو نے مجھے یہ صدمہ

دیا۔ ناظرین اس کو انوپ سے اس قدر محبت تھی کہ بہت کم

ماٹوں کو اس قدر رافت اپنے بچوں سے ہوتی ہے غرض جانچا

لاش کو چہا پر جو کہی وقت کے لحاظ سے پہلے ہی بناٹی گئی تھی

رکھا گیا۔ چنا کو آگ لگاتے وقت جس دردناک فغاں سے

ظلم کی گتہ مائی چلائی تھی اس کے واسطے الفاظ نہیں مل سکتے

دھچ دھچ کہہتی ہے کہ ہے بہاؤ مجھ فلک کی ستائی

ہوئی پرانا ظلم نکرو۔ میری آنکھوں کی پتلی کو اس طرح میرے

پاس رہنے دو۔ اس انوپ کو جسکو میں نے دنیا کی نعمت ہائے

گونا گوں سے پالا ہے جسکو میں ریشمی اور زربفتی چیدہ لباس

پہنا پہنا کر خوش ہوتی تھی عین عالم شباب یعنی بہری جوانی
میں میرے سامنے آگ لگاتے ہو کیا تم کو رحم نہیں آتا
میری آنکھوں پر ٹپی بازہ دو تاکہ یہ حادثہ دیکھ نہ سکوں
مگر یہ درود و قنایاں آہ و زاریاں اس وقت کیا کر سکتی ہیں

شہسان بھومی ایک ڈراؤنا صحرا معلوم ہوتا تھا سبکی
لگا میں چٹا کی طرف بھٹیں۔ اتنے میں دردناک آواز سنائی
دی کہ اے ایشور چونکہ میرے ناز و پیار ہنسی و خوشی و غمزہ
ہر چیز کا آج خاتمہ ہو چکا ہے اس لئے بہتر ہو گا کہ یہی آگ جس
سے میرا پران پتی جل رہا ہے میری جان جلا نیکا کام دیوے
اے میرے سوامی تیری دائمی منفارقت میں مجھے طرح طرح
کی صعوبتیں پہنی پڑیں گی۔ نفرت اور حقارت کے زخموں کو کھائے
پڑیں گے۔ ہائے ان سب صدموں کو یہ ننھی سی جان کیسے برداشت
کر سکیگی۔ کاش کہ تو مجھ کو اپنے ساتھ لے جا

ناظرین شہسان بھومی میں سب کو یہ آواز سنائی دی مگر کسی
کے منہ سے نکلتی ہوئی معلوم نہ ہوئی البتہ اس وقت ایک شہسما
دھواں بادل کی شکل میں نمودار ہوا جو ہماری بیکس معلوم
دیوے کے دل کی آخری ترہ تھی اور جس سے یہ درود و قنایاں
لوگوں کے کانوں میں نہو و بھونک رہی تھی۔

ہائے جیوت ہارہ سارہ معصوم دیو ہی پر پورا آگسٹ لحاظ
 سے اس کی ہمیشہ کی بیوگی کا خیال تعلیم یافتہ نوجوانوں پر
 عکس ڈالتا تھا۔ وہ دل ہی دہیں کھڑی تھی اور سچ و تاب
 کہلاتی تھی۔ مگر بزرگوں کا لحاظ اور رفتار زمانہ مانع تھی کوئی
 کچھ بول نہیں سکتا تھا۔ آخر شش عناصروں سے اپنا اپنا
 حصہ لے کر جسم کی ہستی کا خاتمہ کر دیا اور تمام عزیز
 و اقربا جو انوپ کے سینہ کی جگہ اپنا خون بہاتے تھے اور
 اس کی ذرا سی تکلیف سے بے چین ہو جاتے تھے اب اپنے
 ہاتھوں سے اسکو خاک سیاہ کر کے گھروں کو سدھارے۔
 انوس جب کو شام کے وقت گھر کے دروازہ کے اندر
 خوف آتا تھا آج تن تنہا شمشان بھومی میں ڈیرہ ڈالے
 پڑا ہے۔ پیارو یہ وہی جگہ ہے جہاں بڑے بڑے دیوتاؤں
 بڑے بڑے راجوؤں کی مہیتوں سے چھٹکارا پا کر آرام
 ملتا ہے سیکڑوں کیا بلکہ لاکھوں اور کڑوڑوں خدا کے
 بندے دنیا کو ہمیشہ کے لئے سلام کر کے سو رہے
 ہیں۔ زلزلہ پر زلزلہ آتا ہے مگر کروٹ نہیں بدلتے وہی
 سوچ ہے وہی چاند وہی دن وہی رات مگر لطف یہ کہ
 آج بھی نہیں کہلتی۔ بجلی کی چمک۔ رعد کی کڑک ان کے

آرام میں خمل نہیں ڈال سکتی۔ اسے عزیز النوب اب مجھ کو بھی
مجبوراً ان کے سہارے چھوڑنے ہیں تو دنیا میں یوں ہی آیا
اور چل دیا۔ جوانی کی تمام انگلیں تیرے دھمیں رہیں جھکو زندگی
کا کٹھن لغیب نہ ہوا۔ اسے پوتر ہر دے والے عزیز النوب پر ماتا
تیرے آتما کو شانتی دیوے اور تیرے پس ماندگان کو صبر عطا

گیان سکھشا

ہولف۔ ناظرین جانتا کہ میرا قیاس اور خیال ہے شذجہ
بالا حقیقی جانگداز اور وسوسہ سرگزشت کو ٹرک نہ صرف ایسے انسان
ہی جن میں سہارہ دی رحم اور انسانیت کی بوسے کف افسوس ^{ملنے}
بلکہ سخت سے سخت سنگدل بھی ایک دفعہ کلیجہ پھر ٹکر رہ جا دینگے اور
بے رحم مشنوں کا دل پانکی صورت پھر ٹکر آنکھوں کے راستہ بہ
جاویگا۔ میں عام بہائیوں کے سد ہار کی واسطے عموماً اور مرحوم
النوب کے نزدیکی رشتہ داروں کے واسطے یعنی اپنے مہربان
لالہ مہسراج صاحب جنگو سب سے زیادہ صدمہ پہنچا ہو گا اور لالہ

بوٹا مل صاحب دلالہ دیار ام صاحب سے دلی بہرہ رومی اور انوس
نظارہ کر کے کے بعد جیل کی چھڑی سے نکلتا ہوں جو کہ ان
کے سروں میں شانتی پیدا کر نیکی۔ بشرطیکہ انکو دچا سے نکال
کیا جاوے۔

مشہور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم سبکو موت کیوں بھیجا تاکہ نظر
آتی ہے اس کا جواب کو مختصر سا ہے مگر جن سچوں نے اس
مضمون پر کبھی دچا تک نہیں کیا انکو ذرا مشکل معلوم ہو گا
اس کا جواب صرف یہ ہے کہ ”ہم موت کو یاد نہیں کرتے ہیں“
حالانکہ وہ ہمارے اپنے سروں پر اور ہمارے بال بچوں عزیز
واقربا کے سروں پر کھڑی ہو کہ ہر کھڑی کیا بلکہ ہر منٹ
اور سیکنڈ ڈنگے کی چوٹ پکار رہی ہے کہ اے سر اے دنیا کے
مسافرو! آخرت کے واسطے ہر دم تیار رہو۔ مگر باوجود اسکے
دنیا کی بسے بھاتی اور چند روز قیام کا خیال تاکہ ہمارے دلوں
میں نہیں آتا ہے ہم اصلیت کو بھول کر اس فانی چیز کو ایک
دامی چیز تصور کر کے عیش و عشرتیں ستھوے ہوئے طرح طرح
کی ہٹ دہریاں کر رہے ہیں اور سنار کو نرک و لام بنا کر اپنا
پر لوک بگاڑ رہے ہیں کیا ہمارے مرحوم نونپ کی خوبصورتی
لو جوانی۔ علمی ہیانت۔ خوش اخلاقی۔ اور ان سب اوصاف

کے مقابلہ میں اچانک موت کا صدمہ ہکویہ سبق نہیں
 دیتا ہے کہ ہم موت کو ہر لحظہ یاد رکھیں جو ہماری موجودہ دنیا کی
 خوشحالی اور پر لوک کے سدھار کا باعث ہوگی مجھے اس
 موقع پر ایک مہاتما کا وہ اکتھیاں یاد آیا ہے جس سے
 موت نے چند روز بعد میں اس کا اثر ظاہر ہونا شروع ہوتا ہے
 اگلے زمانہ میں ایک راجہ تھا جس کو فقیروں سا دھوپ
 کی صحبت اور ست سنگ کا دلی شوق تھا۔ اور یہ بات مسلمہ
 ہے کہ ”جو بندہ یا بندہ“ ایک روز وہ ایک ایسے مہاتما سے
 کے پاس جا نکلا کہ جو سوا عبادت الہی کے کسی بات سے
 سروکار نہیں رکھتا تھا۔ راجہ لگاتار اس کی سب حرکت
 و سکنات کو دیکھتا اور تعجب ہوتا رہا۔ مگر باوجود کئی روز کے
 مشاہدہ کے راجہ نے معلوم کیا کہ وہ سا دھو بہو جن نہیں
 کرتے تھے۔ ایک روز راجہ نے دست بستہ عرض کی
 کہ ہے مہاراج میں سخت نتیجہ ہوں کہ آپ بھوجن بالکل نہیں
 کرتے اور پھر آپ کی زندگی قائم ہے اسکا کیا کارن ہے۔
 سنا دھونے فرمایا کہ ہے راجن بغیر بھوجن کسی کا ہی اس
 دنیا میں جینا محال بلکہ ناممکن امر ہے۔ ہاں البتہ دنیاوی
 پارتھوؤں کے بجائے میں تھوڑی سے گھاس پیچھا کر اس

شہریر کی پالنا کر سکتا ہوں۔ چنانچہ راجہ کی درخواست پر
 وہ جنگلی بوٹے جبیر مہاتما کا گزارہ تھا تھوڑی سی راجہ
 کو کہلائی گئی۔ چونکہ وہ بوٹی ایک بڑی طاقت و راہِ قوت
 والی پتھر تھی اس لئے راجہ کے اندر بڑا جوش پیدا کر دیا۔ قاعدہ
 ہے کہ فقر اسی جوش و قوت کو پر مہاتما کی عبادت میں خرچ کرتے
 ہیں مگر وہ گرسہتی راجہ اس کے اثر سے زیادہ بھوگ بھاس یعنی
 منہ کرم کرنے لگا اور ساتھ ہی اس نے بوٹی کی ایسی طاقت
 دیکھ کر اپنی ایک لونڈی کو اس فقیر کے پاس بھیج دیا۔ اس
 خیال سے کہ جب کام دیو بچھ کو اس قدر ستا ہے مہاتما کا کیا
 حال ہوتا ہوگا۔ چنانچہ وہ خوب و لونڈی مہاتما کے ساتھ
 ساری رات بیٹھی رہی مگر اس یوگی پرش نے اس کی طرف
 بنگاہ تک نہ کی۔ آخر شرمکھو وہاں سے اٹھ کر اس نے
 ساری کیفیت راجہ کو سنائی۔ راجہ بڑا اٹھج ہوا اور
 جا کر مہاتما سے اسکا سبب پوچھا جواب ملا کہ اس کا جواب
 تو پھر دیا جائیگا مگر تجھے یوگ روپ سے آج معلوم ہوا ہے
 کہ ہے ارجن آج سے آٹھ روز بعد تم اس جہان سے کوچ کر جاؤ
 گے۔ یہ خبر سن کر راجہ کے پران اسی وقت خطا ہو گئے۔
 وہاں سے گہر آکر ذکر کیا۔ رانیوں کو بھی شوک پیدا ہوا۔

سچائے اس کے کہ راجہ عیش و عشرت وغیرہ میں مصروف ہو جاتا
 وہ تو عبادت میں لگا گیا اسکو روٹی ٹماک گرہن کرنی پہول گئی ہاں
 البتہ اگر کوئی خیال اسکو آتا تھا تو وہی آٹھ روزہ موت کا وہ بدستور
 مہانتا کے پاس جاتا اور مہانتا اسکو وہی جنگلی بوٹی دن بدن زیادہ
 زیادہ مقدار میں کہاتے کو دیتے غرضیکہ آٹھ روز گذر گئے اور راجہ بدستور
 زندہ رہا۔ نویں روز وہ مہانتا سے کہنے لگا کہ اسے مہانتا شجہ کو
 آپ کے عقیدہ کے مطابق موت تو نہیں آئی ہے۔ اسپر وہ مہانتا
 ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ ہے راجن پہلے تو مجھے یہ بتا کہ ان آٹھ
 روز میں کام دیونے تجھے کو کس قدر تنگ کیا ہے اور علاوہ اس کے
 تو نے کتنی عیش و عشرت بہوگی ہے راجہ بولا کہ ہے مہاراج مجھے کو رو
 تک انگلی کار کرنے کا خیال نہیں رہا۔ عیش و عشرت اور بہوگ بلا
 گس بلا کا نام ہے۔ موت کے ڈرنے سے سب کچھ بھلا دیا بلکہ
 اس بوٹی کا بھی اثر تک نہیں ہوا ہے۔ سا دھونے کہا کہ جب آٹھ روز
 موت کی یاد سے تم پر یہ اثر پیدا کر دیا تو ہے راجن مجھکو بہر گزٹی کیا ہر غلط
 بلکہ ہر ایک سانس نکالنے پر ہی موت یاد ہے اور اس کے خوف سے ہم
 بد اعمالیوں سے ڈرتے ہیں اس لئے اس کے خوف سے جد گلی بوٹیا
 وغیرہ ہم پر کیا اثر کر سکتی ہیں۔ راجہ کو اس سے گیان ہو گیا۔
 سوا کے پیارو۔ موت کا یاد رکھنا بہو ضرور متذکرہوں سے

سجاد گنگا جب ہم بدعالمی سے بچنے کے لئے یہاں آئے یہاں تک اور درو
ناک صدمہ نہ برداشت کر سکے تھے۔

میرے پیارے بزرگوار اور بہاؤ عزیز انوپ کے والدین نے جو یہ صدمہ
دیکھا اسکا کیا دنیا سے جو تعلق ہے اس کی تشریح کے واسطے ذیل
کا اہتیسار خالی از اثر نہ ہو گا۔ - راجہ دہتر ترشٹرنے جو وقت یہ سنا کہ

میرے ایک سوا ایک ٹرکے ٹرائی میں مارے گئے ہیں اور شاہی خاندان

کو دران کا بالکل خاتمہ ہو گیا تو حیران ہو کر سری کرشن جی مہاراج سے پوچھنے

لگا کہ ہے مہاراج ایسا کونسا کارن ہے جس کی وجہ سے ایک تو میں

جنم کا نہ ہا ہوں اور پھر یہ جانگداز صدمہ جس کی نظیر دنیا میں نہ ہوگی مجھ کو

پوچھا ہے میرا یہ سننا نوارن کرو۔ اس پر سری کرشن مہاراج نے فرمایا کہ ہر

راجن تو کئی جنموں سے چونکہ یوگی ہے اور یوگ دیا جاتا ہے اس لئے میں

تم سے کہتا ہوں کہ اس یوگ دیا کے ذریعے گیان کے نیتروں سے

اپنے پچھلے جنموں میں جو جو کو کرم تونے کئے ہیں ان کی پڑتال کر تیرا یہ مشا

خود بخود نورت ہو جاوے گا چنانچہ راجہ دہتر ترشٹرنے اپنے سوجھ کے کرموں

کو جب نیتر سے دیکھا مگر کوئی ایسا سند کرم نظر نہ آیا جس کا یہ پہل ہو یہ مہاراج

کرشن دیو سے پوچھا کہ میں نے سینہ جنموں کے کرموں کی پڑتال کی ہے مجھ کو

کچھ پتہ نہیں لگا۔ مہاراج بولے کہ یہ سچا ہے جنم جنماتروں کے گریہوں کا پہل

انسان کو ملتا ہے تو اس سے زیادہ پہلے جنموں کی پڑتال کر یہ سچا ہے

نے جب اس سے پہلے جنموں کے کرموں کی پرتھالی تو کیا دیکھتا ہے
 کہیں ایک جنم میں اچھا میرے راج میں سب چیزیں موجود نہیں مگر جنس
 اور ہنسی کا جوڑا میری بادشاہی میں نہ تھا چنانچہ میں نے یہ جوڑا وزیر کو اپنے
 بادشاہی میں موجود کر لیا حکم دیا وہ بڑے نکیر ہوا مگر اس کی ستری بڑی دانا
 تھی اس نے وزیر کو سیکشا دی کہ تو با و شاہ سے عرض کر کہ شاہی باغ میں
 ایک حوض سنگ مرمر کا تیار کروا کر موتیوں کا تہال اس کے سر میں رکھو اور تو
 ہنس ہنسی فرماتے پھرتے یہاں آسکیں گے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اجالک
 ایک جوڑا ان پرندوں کا وہاں آجلا اور انہوں نے میری آگیا سے اپنی ٹوکی
 جگہ لی میں نے اس جوڑے کو وہاں ہی رہنے اور آئندہ خوراک کیوں سٹے
 سوتی پہنچانے کا اقرار کر دیا کچھ عرصہ کے بعد ہنسی نے اٹھ کر دے اور اس میں
 سے اکیس ایک بچہ پیدا ہوا۔ جب وہ کچھ بڑے ہوئے تو ہنس ہنسی نے دربار
 میں جا کر عرض کی ہے راجن ہم دونوں اپنے وطن کو جاتے ہیں ہمارے
 بچوں کی تم کو حفاظت کرنی ہوگی۔ چنانچہ میں نے ان کو آگیا ویدی اور باغبان کو
 بلا کر وہ ایک سو ایک بچہ اس کی سپرد کر دیا۔

میں بد قسمتی کا مارا جو کہ کوشتخوار تھا میرا بھانڈی حسب معمول ایک وزیر کا کو
 گیا اور جب اس کو کوئی شکار نہ ملا تو اسی ہنسی کے ایک بچہ کو جو اتفاقاً شاہی
 باغ کی فصیل سے اڑ کر وہاں پہنچا تھا پکڑ لیا اور خوب مصالحوں کا کرنا
 کو کباب بنا کر اس نے مجھے کھلایا اس کے وزیر سے میں اتنی پرسن ہوا

اور پہانڈی کو، نعام و یحز تا کی کی کہ آئندہ ایسا ہی شکار ضرور لایا کر دے
 پہانڈی یہ حکم پا کر روزانہ شاہی باغ سے ایک بچہ ہنس کا روز پچھڑاتا اور بچہ کو
 کباب کر کے لے جاتا۔ اتفاقاً جس روز وہ ایک سوا ایک بچہ میر بیان کو دیکھتا
 تو ہنس اور ہنسی کا جوڑا وطن سے واپس آکر دودھ چن میں ایک سوا ایک بچوں کو
 نہ پا کر دودھ و بار پر آ حاضر ہوئے۔ سارے بچے سے اپنی امانت مانگی۔ میں نے باغیان
 کو بٹوایا اور سارا حال اس نے جب بیان کیا تو میں نے شکار کباب کیا اور مورچا
 ہو کر گر چڑا۔ ہنسی بڑا در لاپ کرنے لگی اور کہنے لگی کہ اے راجہ تو اتنا ہاتھ
 کہ میرے ایک سوا ایک بچے جو کہ میں تمہارے پاس امانت چھوڑ گئی تھی تو میں نے
 کہا ہے اور تم کو ترس نہ آیا۔ ہنس بولا کہ اے ہنسی تو در لاپ کر رہا تھا نیار
 کاری ہے ضرور اس کا بدلہ لے لیا گیا۔ کہہ کر وہ جوڑا وہاں سے اڑ گیا سو ہے
 ہمالیج اب مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مندرم کے بدلے تاج مجھے یہ
 دن دیکھنا نصیب ہوا۔ پیارو یہ اتنی اس میں سکھاتا ہے کہ گزشتہ بڑے
 کر مونیکا پیل ہم کو بہر صورت ہو گیا ہے۔ اس واسطے صبر سے ہیں ایسے حد
 برداشت کرنا چاہئیں۔ ہاں اللہ آئندہ کے واسطے موت کو یاد رکھ کر
 اور دیدوں شاستروں سے رشی مہاتما نے جو سادہن میں بتلائے ہیں
 اسی پر عمل در آمد کر کے ہیں اپنا چون سچل کرنا واجب ہے ہماری زندگی کی
 تقسیم اوقات ایسی ہونی چاہیے کہ دم بہر ہی بیکار نہ رہ کر ہمارے ہر دے
 میں گندے خیالات پناہ گزین ہو جاویں دید شاستر فرماتے ہیں ہر ایک

انسان سگوار و احبیب ہے کہ پرانہ کال ضروری حاجات سے فارغ ہو کر انسان
 کرے اور پھر ایک پرانا سگوار کی سرور پہ کی سچے دل سے عبادت کرے جس کی وجہ سے
 اور بچہ بزرگوں اور نووارد مہمانوں کی پوری سیوا کرے حسب توفیق یہ سگواروں اور
 پرندوں کو کچھ خوراک دیوے اور پرندوں کو بچوں گرن کرے بچوں کو معاش کا چار
 کڑی ہی ایک ضروری فرض ہے اس واسطے کہ کاروبار دنیاوی خواہ ملازمت ہو یا دکان
 کو پوری محنت اور دیا تدابیر سے دہرم انوسا سر انجام دے کہ معاشی زندگی میں
 اور مصیبت زدوں کی تکالیف میں شریک ہوتا ہو اور اس سے ہمدردی کرتا ہو
 کی عبادت و نگاہ اندوزی میں گزارے بعد ازاں پھر بچوں گرن کرے کہ پھر عذیبہ
 اور زنا دار دوستوں کی صحبتوں میں بسر کرے یعنی سرت سنگ کرے۔ مگر زندگی
 زنا کی گاہ وقت نہایت خطرناک ہو گا۔ اس میں پورا خیال رکھے کہ نہ کسی کی ہوائی
 سے اور نہ خود کرے۔ آخر میں گھنڈہ لٹ کو بہتر خوب پرستہ رحمت کرتا ہے پھر بہت
 پرانہ کال جاگ کر حسب متذکرہ بالا دنیا کے نکل کاروبار اپنے ضمیمہ کی بددلتی کے
 مطابق رست و ناست سچا کر اور پرانا پورا دھو اس رکھ کر اپنی عارضی زندگی گنت
 کرے۔ دنیاوی خوشیوں مثلاً دین پتھر وغیرہ بددلتوں کی پراپی پر نہ حد سے زیادہ
 خوش کرے۔ اور موت وغیرہ کے موقع پر شادی سے کام لے۔ پیار و مٹ
 منش دہی ہے جس میں پروا پکار کرتے ہوئے خیم مرن کے بندہ یعنی چور ہی کے
 چکر سے اپنی خلاصی ہو جاوے گی اور صرف اسی خیم میں آپ اس پورن پرانا کادرن
 کر سکتے ہو جو آپ کے ہر وہ میں اس طرح بر جہاں ہے جس طرح کہ ڈالا ہوا سرور ہو

ہیں۔ سرور و سرور باوجود نزو کیا نہ ہو سیکے تو آئینہ کو کہانی نہیں دیتا ہے ہاں اللہ
 آپ اس سرور کو ایک صاف آئینہ سے دیکھ سکتے ہو یہ باتنا جوتی سرور کا اگر آپ در
 کھنے کے خواہشمند ہیں تو اسکو سن روپی آئینہ سے دیکھ لو کہ خبر دار سن روپی آئینہ کو
 پہلے خوب صاف کر کے چمکاؤ یعنی کام کر دو۔ لہجہ۔ مود آدمی کسی پرکاری میں
 اس پر نہ رہے جب تہا راس روپی شیشہ صاف ہو جاوے گا تو غم خود بخود ہی اوس کے
 دل پر پڑتا کی منور جو نہ کاوش کرے کہ اور اس میں لگو ایسا آرام آجگا کہ جس آئینہ
 سے آپ کو دنیا کی خوشیوں اور نعمتوں میں اور خوشیاں تجھے نظر آؤ گی۔ اور پھر اس حالت
 میں آپ کا غم بھل ہو جاوے گا اور آپ بھی ساگر سے پار ہو جائے گے۔

نہ رستم رہا اور نہ سہراب باقی	زمین کہا گئی یہ جواں کیسے کیسے
نہ گورسک نہ بے قبر دارا	مٹے نامیوں کے نشان کیسے کیسے

پیارو کہاں ہیں راہبر اچھنہ جیسے گیا کاری پتر جنہوں نے اپنے تپا کے
 اقرار کے بغیر رانی لیکھی کی گیا پالن کر نیکی واسطے اور دہیا لکری کی بادشاہی ملک
 خیال چھوڑ دیا اور بارہ برس کا بن باس اختیار کرنا منظور کر لیا کہاں ہیں بھینجی
 جیسے دہرم دیر اور بھتی بہائی جنہوں نے دنیا کی عیش و عشرت سے منہ موڑ
 کر اپنے بہائی کا ساتھ دینا منظور کیا کہاں ہیں رادن جیسے ملی اور ایمانی جو
 دنیا میں اپنی بزرگسی دوسرے کو سمجھتے تاک نہ تھے ہائے کہاں ہیں راہبر پتر
 جیسے دہر ماتما راہ جنہوں نے بادشاہی کیا بلکہ تری پتر اور اپنی مات تاک رسن ہرم
 کے امولک سودے میں دیدی اور کہاں ہیں تاروں جیسے ماہر اور کوچوں بادشاہ

جنہوں نے روپیہ کے لالچ میں گورستان تک کہہ واڑا ہے۔ کہاں میں دارا اور سکندر
 جیسے شہنشاہ جنہوں نے اپنی عظمت اور بہادری کی دنیا میں دھوم مچا دی
 ہائے کہاں میں ہماری مرحوم ملکہ وکٹوریہ جس کے راج پر سوجن خوب ہو گیا نام
 تاک نہ بتاتا تھا کہاں ہیں سری گورگووند سنگھ جیسے دہری اور شہریم جنہوں نے
 دہرم اور قوم کچھا طرہ صرف اپنا ہی سہیں دیا بلکہ اپنے نوجوان لڑکے دہرم کے بلی
 دان کئے کہاں ہیں سری سوامی دیانند سرسوتی جیسے وردان رشی ریغار مر
 جنہوں نے اپنی چند روزہ زندگی میں بھارت ورش کی کایا پلٹ دی ہندو
 دہرم کی انوکھی تبدیلی کر کے دہرم پر جان قربان کر دی۔ کہاں ہیں رستم جیسے
 بہادر یوسف جیسے خوجہو پتالان سین اور باجوا ورے جیسے راگی لکھن
 - اسٹو اور فلاطون جیسے حکما، جنگی حکمت کا شہرہ چارواگسا عالم میں
 مشہور تھا۔ مگر ہائے افسوس اپنی زندگی کیواسٹے وہ بھی کچھ حکمت نہ سیکھے
 اور چل دیئے۔ پیار و جو ناز نہیں یہاں فرشتے گل یہ بھی سونا سو پکار چکے تھے
 اور کبر سے چن کے ناز کا۔ کاش عرش بریں پر تھا اور جنگ و فتح اور خند سے
 کے سوائے دم بہتر ہم نہ تھا خالیں زیر زمین یوں چل بسے کہ نشان تک
 نہ باغضیکہ کس کس کو یاد کریں اور روزیں جبکہ موجود چاند تار سے سو بج
 اور پرتوی سمندر اور پریت آری سب پلا رہتہ کئی بار نشے ہوئے اور ہونگے تو کیا
 بہاؤ ان فانی چیزوں کی خاطر جگہ واسطے بقا کا نام تک لینا مناسب نہیں ہے
 ہمارا شوک مناسب ہے ہرگز نہیں۔ اس بڑے سنار میں ہمارے کروڑوں

پتا۔ ستر ستری اور بہائی گزر چکے ہیں اس لئے رشتہ داروں کے سماگم کو
 بھلی کی چمک سمجھ کر شوک نہ کرو۔ اور شانت چپ ہو جاؤ۔ اوم۔ شانتی شانتی
 رام گیورون گیو جان بوہ پروار ۵۰ کہو ناک تہر کچھ نہیں سپنے جیوں سنا

عزل

یوسف دیریں دوز راہلی و لقیس سے
 عاشق کامل تھے یہ لاکھوں بیجا چلے
 سب کے سب سلطان اقلیم تھے چلے
 کچھ نہ حکمت زندگی کی اپنی سیکھے چلے
 موت کی وار و کہیں پر نہ لائے چلے
 بیگناہ قبر کے اندر اکیلے چلے
 جی کی جی میں ہی رہے ارمان سا چلے
 تندرست و خوبصورت چلے پہرے چلے
 چپکے ہو کے شہر خاموشاں میں سا چلے
 سطح زیر زمیں یہ لوگ اگلے چلے
 درست کل کلو کہیں آج وہ بھی چلے
 کہوں آنکھیں دیکھیں علم کی آریہ چلے

یوسف دیریں دوز راہلی و لقیس سے
 واسق دقیس و سلیمان و زلیخا کوہ کن
 انوری و سعدی و حاجی نظامی و غفری
 تھے جو لقمان و اسطو و افلاطون و حکیم
 بوعلی سے بھی ہزاروں آئے دنیا میں
 ساتھ جن کے تہا بہانہ شکر و فوج و سپا
 ایک ساعت بھی نہ ٹھہرے جبکا و عدا
 دیکھتے ہی دیکھتے اکثر عزیز و آشنا
 ہائے کوئی بھی نہ پٹا اللہ نہ پوچھی کچھ خبر
 چلے بیٹے ایک دن ہم ہی اسی صورت آہ
 جیسے چلے بنایاں اور دن کا ہم کٹرین
 خانہ اصلی میں جانے کا ذرا توں نہ کر

خدا

۱۱
۱

۵
۶

سینہ و منیبہ لطفوں کا سرور

۵۵

پنٹ نمبر ۱۹

۵۸

آریہ ویشنو یوگانی فلاسفی

یہی

یوگانی فلاسفی کے مخرج آریہ ویشنو ہیں۔ ایک مختصر
مگر موقع و مثال کے بغیر میں ہر دو فلسفہ کی
مشابہت و مماثلت و باہمی وابستہ
کی صحت و سچائی کو پیش نظر
کے لئے لکھی گئی ہے

پروفیسر شیو پرائیڈ صاحب ویشنو - ایچ - اے
کی اجازت سے
تیسرا شمارہ چھپایا گیا ہے۔ اس میں
ہر دو فلسفہ کے اہتمام سے شائع ہوا

قیمت فی جلد

تعداد جلد ۲۲۰۰

ستیتھرم پر چارک ہلال اکبر

قیمت اردو ایڈیشن فیجل آف آئے قیمت دیوناگری ایڈیشن فیجل ۴۴ آئے
موصولہ ایک عوارہ

یہ وہ مقدمہ ہے جو پندت گوپی ناتھ ایڈیٹر ناتھ دھرم گرت لاہور نے
ستیتھرم پر چارک جالندھر پر کیا تھا۔ علاوہ فیصلہ مقدمہ کے ایڈیٹر ستیتھرم
پر چارک نے اسپر ایک عالمانہ مہم لکھی ہے۔ اس مقدمہ سے پندت
گوپی ناتھ کی بیگ لائف کالو۔ اپورا راز کوکھتا ہے۔ کتاب دعویٰ دیکھنے
قابل ہے۔ اردو ایڈیشن کی قیمت پہلے کی نسبت سے بہت کم کر دی گئی ہے
اردو ایڈیشن کی ایکروپس کے بجائے آٹھ آنے اور ناگری کی ہر کے
بجائے ۱۴ آئے

آپ سگوائے اور اپنے دوستوں سے تحریک کیجئے

المشہور
منیجر مطبع ستیتھرم پر چارک ہری دوا ضلع سہارنپور

ویاچہ

کوئی زمانہ تھا جب یونانیوں کی شناسائی کا سکھ کل عالم میں بچھا ہوا تھا نہ صرف یورپ میں بلکہ ایشیا کی کل مغربی ممالک میں یونانی تہذیب یونانی حکمت اور یونانی فلاسفی کی عظمت تسلیم کی جاتی تھی اور اب بھی اُس کو کل شناسندہ دنیا استعجاب و عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ مگر اس بات کو کمتر لوگ جانتے ہیں کہ یونانیوں کو فروغ کس کی بدولت ہوا اور کس گمانت گمراہی کی برکت سے اُس کو اُس اعلیٰ درجہ پر پہنچایا تھا کسی حصہ میں یہ مختصر مغلط اس دلچسپ سوال کا جواب ہے۔ انسان میں اعلیٰ چیز اوس کا دماغ ہے۔ اوس کے دماغ کی کمالیت اور بلند خیالی سے اوس کی بزرگی کا پورا پورا علم ہو جاتا ہے۔ لہذا میں نے اور باتوں کو چھوڑ کر صرف اوس مغز۔ قدیم اور شناسیت ملک کے فلسفہ کی اہمیت کے علم کی اشاعت کو مد نظر رکھنا بہتر و انسب تصور کیا۔ یہہ پمفلٹ میرا اپنا ذاتی نہیں ہے بلکہ پروفیسر رچارڈ گارب صاحب کی شہسور کتاب

در قدیم ہندوستان کا فلسفہ کے ایک درمیانی باب کا ترجمہ ہے
 پروفیسر صاحب نے اپنے خیالات کو مدلل اور پُر زور عبارت
 میں ظاہر کیا تھا اور اس میں جو کچھ ضعف یا سقیم نظر آوے وہ میرا
 ذاتی نقص ہے اور اس سے اون کی تخریر کو تعلق نہیں ہے۔ اور
 میں اس نقص کے الزام سے اپنے آپ کو اس وجہ سے قابل معافی
 سمجھتا ہوں کہ قدیم الفرصتی کی وجہ سے مجھے نظر ثانی کرنے تک کا
 موقع نہیں ملا۔ قلم برداشتہ دو چار گنٹھوں میں لکھا لکھا کر یہ میں
 کو پہنچا ہوں۔ پمفلٹوں کے اس سلسلہ کی اشاعت سے میری کوئی
 اپنی ذاتی غرض مقصود نہیں صرف آریہ اصول کو کسی نہ کسی پیرایہ میں
 ظاہر کرنا۔ آریہ ورت قدیم کی عظمت لوگوں کے دلوں میں قائم کرنا
 اور اس گدہ سے آریہ خیالات کی جانب آریہ ورت لو اسیوں
 کا مائل کرنا یہ اصلی مقصد ہے اگر اس میں ذرہ بھی کامیابی ہوئی
 تو میں اپنی سعی کو مشکور سمجھوں گا

آریہ درشن اور یونانی فلسفی

آریہ درشن اور یونانی فلسفوں میں اس قدر تعجب خیز مشابہت موجود ہے جس سے دل بے ساختہ نتیجہ اخذ کرنے کے لئے موجود ہو جاتا ہے کہ ایک نے دوسرے سے ضرور عاریت لیا ہوگا جس وقت یورپ میں آریہ فلسفہ کی خبر ہوئی اسی وقت سے یورپین عالموں کو اس خاص مضمون کی جانب دلچسپی پیدا ہوئی اور جس توجہ - انصاف اور محنت کے ساتھ ان لائق تحقیقین نے اپنی تحقیقات کو مکمل کرتے ہوئے اپنی اپنی رائے قائم کی ہے وہ اول کی انسانیت کے شایاں ہے۔
 سب سے زیادہ تعجب اور مشابہت بلکہ یکسانیت (۱) اپ نشدوں کی تعلیم

(۱) اپ نشدوں کی تعلیم کی تاویل جو نوین دیوانت کی شکل میں ہے شکرہ اچاریہ سے پہلے کی ہے۔ بلکہ گوتم بدھ نے ہی اسی تعلیم و سائنس کے اصول پر اپنے فلسفہ کی بنیاد رکھی تھی۔ (۲-۳) مشہور یونانی فیلسوف و حکیم

اور ایلیٹک ~~مستند~~ فلسفہ والوں کے اصول کے
 درمیان ہے ^(۲) ~~مستند~~ کی تعلیم کی بنیاد اس
 اصول پر قائم کی گئی ہے کہ ایٹور اور جگت (سرشتی) دونوں ایک
 ابدی اور غیر تغیر پذیر ہیں اور پرستش ^{رسم} ~~مستند~~ کی رائے
 ہے کہ اصلی چیز صرف یہ محیط کلی جو ہے ان میں سے نہ تو کوئی
 پیدا ہوا نہ برباد ہوتا ہے اور سب ویاپک ہے علاوہ یہ کہ جن
 میں اضط اور ناپائیداری پائی جاتی ہے اصلیت سے خالی ہیں
 اور ہونا و سوچا گمراہی و ہم معنی الفاظ ہیں اس قسم کے اصول
 اوپ نشدوں کے مضامین سے مناسبت رکھنے والے ضرور ہیں
 اور دیدانت کے تلقین کے ہی موافق نظر آتے ہیں جو اوپ نشدوں
 سے مختلف نہیں بلکہ انہیں کی بنیاد پر قائم کیا گیا ہے جس طرز پر
 تذکرۃ الصدر فیلسوفوں نے اپنے خیالات کی بندش اور
 اظہار کو مخصوص کیا ہے وہی اوپ نشدوں میں ہی پایا جاتا
 ہے۔ دونوں طبقہ کی طرز تحریر و عبارت سے بلند خیالی مناسبت
 اور سمجھدگی ہسکتی ہے اور دونوں نے جا بجا نظم سے کام لیا ہے
 یہ سچ ہے قدیم اوپ نشدوں میں اس قسم کے خیالات
 نہیں پائے جاتے ہیں کہ دنیا فریب اور پرہم ہے
 (۲ - ۳) مشہور یونانی فیلسوف و حکم۔

بہہ خیالات متضامین اور بہہ بنیڈ کے زمانہ کے بعد سے نئے تالیفات
 میں داخل کئے گئے ہیں مگر اس میں شک نہیں کہ جن لفظوں سے
 اس قسم کے معنی لئے گئے ہیں وہ قدیم اوپ نشدوں میں موجود
 ہیں اور ان کا نشو و نما بعد کو ہوا ہے کیونکہ انہیں بانوں کے اوپر
 و چار کرتے ہوئے تدریجاً برہمہ کی کینائی پر بحث ہوئی ہے اور
 اوس کو یعنی برہمہ کو دگیان اور گیان تسلیم کیا گیا ہے۔ اور میں
 اسی خیال سے اپلیٹک فلسفہ کو آریہ ورت سے سیکھا ہوا مانتا ہوں
 اس کے ماسوا قصہ کہانی اور روایات سے ہی جو یونانی تصانیف
 میں موجود ہیں آریہ خیالات کے عاربت یعنی کا پتہ لگ سکتا ہے
 جس میں ~~کچھ~~ جو یونانی فلاسفوں کا امام سمجھا جاتا ہے۔ ہر
 چیز کی پیدائش پانی سے بتلاتا ہے۔ آریہ ورت میں بھی یہ خیالی
 عرصہ سے چلا آتا ہے۔ وٹاں خالق و نشو کو سمندر کے درمیان قائم

(۱) آریہ ورت میں بھی ایسے قصہ کہانی بہ کثرت پہلے سے موجود تھے اور
 ان پر مابعد کے اٹھارہ پوراٹوں کے عاربت کی تعمیر تھی اور معلوم ہوتا ہے
 (۲) دشوہا گوت و دشوہ پوران وغیرہ کے بموجب کوشیہ اگر میں رہتے ہیں
 اور ان کے ناہی سے برہمہ پیدا ہوئے۔ علاوہ اسکے سمندر کے مٹتے جانے
 اور اوس سے بہت چیزوں کے برآمد ہونے کا قصہ ہی زبانزد خلائق ہے۔

کر کے کل خلقت کو اوس سے پیدا ہوا مانتے ہیں اور دوسری چیزوں کو حتیٰ کہ مادہ تک کو پانی سے نکالنا ہوا تسلیم کرتے ہیں۔ سانکھیہ فلاسفی کے اصل الاصول کا پتہ ہی یونانی علوم طبعیات و علم موجودات میں سے لگتا ہے۔ اناکریمنڈر ~~منڈر~~ منڈر سے مراد ہی رائے ہے کہ ہر چیز کی پیدائش ایک قسم کے ابتدائی مادہ سے ہوئی ہے جو ابری لامحدود ہے اور جس کا علم نہیں ہو سکتا ہے۔ ہر محدود چیز اوس سے خروج پاتی ہے اور پھر اوس ہی میں جا کر جذب ہو جاتی ہے۔ اب غور کیجئے تو سانکھیہ فلسفہ ہی خلقت کی پیدائش اسی ابتدائی مادہ سے مخصوص و منسوب کرتا ہے اور پرلے میں اوس ہی میں واپس و جذب ہونے کی تعلیم دیتا ہے یہہ مشابہت بہت صاف ہے اور بلا صحت و تکرار تسلیم کی جانے کے قابل ہے۔ علاوہ بریں مختلف طبقات عالم کا سلسلہ کے ساتھ پیدا ہونا اور قدرتی متضاد اور مخالف اسباب کا دنیا میں موجود رہنا انکرا منڈر اور سانکھیہ دونوں میں عام ہیں اب ہم ایک دوسری مثالی پیش کرتے ہیں۔

ہر ایکلش *Heracles* گو بہت سی باتوں میں ایرانی خیالات کا متفق ہے تاہم چند مسئلوں میں سانکھیہ فلسفہ سے

(۱) یونانی فیلسوف (۲) ان کو دوند کہتے ہیں جیسے گرمی سردی۔ دیکھ کہ کچھ غور

منفق ہے سنا کہ یہ کہتا ہے کہ دنیا میں برابرہ تغیر و ثبات ہوا کرتی ہے ہر وقت
بے شمار دنیا میں بنی بگڑتی رہتی ہیں اور ہر اکلیس ہی اس بات کو
تسلیم کرنا ہے۔

اب دوسرے اور ابعد زمانہ کے فلاسفوں کی طرف توجہ کیجئے۔ پہلا نیسٹوف پیپڈا اکلینر ملکہ حاکمہ ہندوستان کے پیدائش کے مسئلہ بالکل سائنکھیکہ فلاسفی کے اصول کے مشابہ ہیں ایک موقع پر وہ کہتے ہیں "کسی چیز سے کوئی شے پیدا نہیں ہو سکتی جو پہلے کسی نہ کسی حالت میں موجود نہ رہی ہو اور کوئی چیز موجود ہے فنا نہیں ہو سکتی" کہ سن ہی اپنی گیتا میں جو قدیم کتاب کہتے ہیں کہ "نیستی سے ہستی اور ہستی سے نیستی میں کوئی چیز نہیں آتی" سائنکھیکہ نے اس بات پر بہت زور دیا ہے اور اس نے پر کرتی کے تمام پیدا شدہ شے کو لایزال لا ابتدا اور لا انتہا بنلایا ہے (سنکار واد) مشابہتوں کو چھوڑ کر میں اس موقع پر پیپڈا اکلینر کے اول خیالات کو دکھانا چاہتا ہوں جو آریہ طرز معاشرت و آریہ طرز تمدن سے بالکل متفق ہیں

را کو لبرک صاحب نے اپنی کتاب *misalmanus errata* (طبع ثانی - جلد اصفہ ۷۳۴) میں ہر اگلیس اور سانگہیہ کے اصول میں متعدد دشمنائیں دکھائی ہیں۔

انکا گورس (انکا) *Amasagoras* اور انکیس
فلسفہ کا ادویت مت ہی بہت کچھ مشابہ ہے۔
۱۶۰۰ء کا کرٹس *Damas* کے پرمانوں کی تعلیم ہی
جو با یقین نیا فلسفہ سے اخذ کی ہوئی نہیں معلوم ہوتی اور

CCO, Gurukul Kangri Collection, Haridwar, Digitized by eGangotri

جو پڑا کلینز کے خیالات میں کوٹ کوٹ کر پھری ہے سائنس کی
 کے سبیل کی لفظ بلطف یاد دہانی کرتی ہے یعنی سائنس سے
 کوئی چیز پیدا نہیں ہو سکتی " دیوتاؤں کی نسبت ہی اوس کے
 عقیدہ ایک ہے ہیں۔ ڈیما کرٹس کے خیال میں وہ لائفانی نہیں
 ہیں صرف وہ کی قدر زیادہ سبھی ہوتے ہیں اور زیادہ دنوں
 تک جیتے ہیں۔ تمام ہندو تصانیف دیوتاؤں کی نسبت میں
 بات میں متفق ہیں۔ ہندو خیالات کے بموجب دیوتا ہی نیک
 کرم کی بڑا حتم نہ ہونے پر نیچے لوگ میں پیدا ہونے ہیں اور
 وہ ہی اپنے کرم کی سزا و جزا کے نتیجہ کو ہو گئے ہیں۔ شکر آچاریہ
 اپنے برہمہ سوتر کی شرح (ادھیایا ۲-۲۸) میں کہتے ہیں
 کہ "اندر ایک قسم کی پادوی ہے جو اوس پادوی پر رہتا ہے
 اندر رکھلاتا ہے" ایسی کیوس

کا ہی جس سے زیادہ تڑپا کر ٹیس کا "تنج ظاہر ہوتا ہے
 حل ہے اوس نے ایسے اصول قائم کئے ہیں جو دیل و
 جہت میں سائنس سے مشابہہ و متفق ہیں، ایسی کیوس کہتا
 ہے کہ دنیا کے انتظام میں کسی ایسے کا دخل نہیں ہے اگر اس کو

منظم و منتر تب قایم کر دے تو ضرورتاً اس میں ایسے
اوصاف کا ہونا لازمی پایا جاوے گا جو شان ایزدی
یا الوہیت کے اوصاف سے برخلاف ہونگے۔ سانکھیہ
کا ہی اس سے اتفاق ہے اور وہ پورشن کو اکثر بتاتا
ہے اپنی کیورس ہی اسی دلیل میں اکثر اس مشہور مسئلہ کا
استعمال کرتا ہے کہ "نستی سے ہستی ظہور پذیر ہوتی ہے"
اب یہ بات سوچنے کے قابل ہے کہ متذکرہ اصدرفلاسفوں
نے یہ اصول دراصل آریہ دت سے سیکھ لیا ہو
نہ خود بلا مدغیرے ایسی فلسفہ کی علیحدہ بنیاد قائم کی
اور آیا یہ مشابہت انسانی خیالات کی مشابہت کی وجہ
سے پائی جاتی ہے یا کسی ردورعایت کے پھیلاؤ
سے متاثر ہوں۔ ایڈ۔ رائٹ صاحب کے رسالہ وینیز

۱۸۸۱ء سالہ انڈس اسٹڈین جلد دوم صفحہ جات ۳۶۹ و ۳۷۰
و سرولیم جوس کی تصانیف صفحہ جات ۳۶۰ و ۳۶۱ میں مرقوم ہے
اول (پیشینکلاسفی سے دنیا دوم (پیشینک ابونک سے ہرودیان
و علی الخصوص ویدانت پیشینک سے سانکھیہ اول اٹانک و سانکھیہ دوم
شواک فلسفہ سے متاثر ہے۔ یعنی بعض مباحث اٹانک و سانکھیہ میں
شواک فلسفہ سے متاثر ہے۔

اگسٹ گلیڈش و سی بی شلٹر صاحبان کے تصانیف سے مشرقی
 معاملات کی بالکل عدم واقفیت پائی جاتی ہے تاہم ان کی بیانات
 سچائی موجود ہے اور یہ امید کی جاتی ہے کہ وہ سچائی کسی وقت میں
 آبد و تاب کے ساتھ ظاہر ہوگی۔ جیسا کہ حضرت فرماتے ہیں یہ ممکن
 ہے کہ آریہ ورت نے پارس دیش کے قوسل سے یونان کے خیالات
 پر اپنا اثر ڈالا ہو۔ اور اس ذریعہ سے ممکن ہے کہ آریہ خیالات یونان
 میں پونچے ہوں ایشائے کوچک کے باشندگان کے تصدیق مشرقی
 ممالک سے وسیع تھے اور زمانہ زیر بحث میں ممکن ہے کہ ملک فارس
 میں ہی آریہ اور یونانیوں کو اظہار خیالات کا موقع ملا ہو۔

یونانی روایتوں سے پتہ لگتا ہے کہ بالعموم جن فلاسفوں کا
 ہم نے نام لیا ہے یعنی ایتھلیس۔ پیتاگوکیلینز۔ انکساگورس ڈیماکریٹس
 و دیگر انسانی عرصہ تک مشرقی ملکوں میں فلسفہ کے مطالعہ کی جستجو
 سے سفر کرتے رہے ان روایات پر غور کرنے سے ممکن معلوم ہوتا ہے
 کہ یونانی فلاسفوں نے پارس میں رہ کر دیا آنکہ آریہ ورت میں کمال

بقیہ تالیف صفحہ ۱۰۔ ایتھلیس یونانیوں کا گناہ ہے تاکہ تین دستخط یونانیوں کا
 جیسی ہے پیتاگو (فلاطون) یونانیوں کا دیاس ہے پیتاگورس (فینیٹا غورٹ)
 یونانیوں کا کیل ہے۔ زینو یونانیوں کا پیتھلی ہے۔

آریہ خیالات سے واقفیت پیدا کی ہو۔ اور اس میں کسی کو انکار ہی نہیں ہو سکتا کہ اوہنوں نے دراصل غیر ملکی خیالات عاریتہ لئے اور موقع و محل کے موافق یونانیوں کے دل و دماغ میں ان اثر انداز خیالات کو جاگزیں کیا۔

اس موقع پر میں نے عمداً ایک شخص کے تذکرہ کو فرو گذاشت کر دیا تھا جو مسئلہ زیر بحث سے زیادہ متعلق ہے۔ یونانی فلاسفر بیٹلیکس اور ایسی کیورس کے فلسفہ ابی تک قیاسی رائے قائم کی تھی مگر بغور مطالعہ کرنے سے واضح ہو گا کہ بہرہ دو فیلسوف اپنے معلومات کے لئے زیادہ تر پرہیزگوارس نامی حکیم کے مشکوہ ہیں اور سب کا دازدہر اس کی تحقیقات و تعلیم پر ہے تنہا گورس کو آریہ فلاسفی و آریہ سائنس سے واقفیت تھی اور یونانی خود منظر میں کہ اس کے اصول دوسرے وغیر ملک سے لئے گئے ہیں۔ سر ویم جونز صاحب پہلا شخص ہے جس نے سائیکہ نفس اور پتہ گورس کے تعلیم کے درمیان مشابہت دکھائی تھی۔ اور اس نے بلا تامل سائیکہ کو مخرج بنایا ہے۔ جونز صاحب کے بعد کو لبرک صاحب نے زیادہ

۱) ورکس صفحہ جلد سوم صفحہ جات ۲۳۶
۲) میلینس الیسیئر جلد صفحہ جات ۲۳۶-۲۳۷

زور کے ساتھ لکھا کہ پنہا گورس کے اصول کی بنیاد کا آریہ دوت
 میں سے پتہ لگتا ہے "۱۱" جہاں تک کہ پنہا گورس کی زندگی کے واقعات
 سے تعلق ہے مجھ کو اس بات کے اقرار کرنے میں تامل نہیں ہے کہ یونانی
 فیلسوف کا علم آریہ معذہب سے حاصل کیا گیا ہے "۱۲" گوہر وک کا تیس
 صحیح ہے اور مندرجہ ذیل انتخاب سے جو یہاں مجسمہ ترجمہ کیا جاتا
 ہے اسکی تائید ہوتی ہے۔

"پنہا گورس اور اسس علی الخصوص ہندوؤں کی طرح سڑ ٹی
 کوئیں حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

کسی شخص کو اس بات کے یاد دلانے کی ضرورت نہیں ہے کہ ہندو
 آواگون کے مسئلہ کو مانتے ہیں اور پنہا گورس اور اسس کا
 جانشین ہی اس کی صداقت کو تسلیم کرتا ہے۔

وہ ہندوؤں کی طرح من کو جیو آتما سے علیحدہ مانتا ہے من جسم
 کے ساتھ فنا ہو جاتا ہے مگر جیو آتما لافانی ہے۔

ہندوؤں کی طرح پنہا گورس و دیگر فیلسوف روح کے لئے ایک لطیف
 جسم قائم کرنے میں جو کثیف یعنی سنہول شریہ سے مختلف ہے جسم

(۱) میلینیٹل اینیر جلد ۱ صفحہ ۲۴۱۔

(۲) "ہندیہ الملم

ساتھ تعلق ہونے سے روح استہول شریہ کے بندہ میں آتا ہے
 سائیکہ نے ہی اس کو سوکشم - واستہول شریہ کو مانا ہے۔ میں ان
 سب باتوں پر غور کر کے یہہ صریح نتیجہ لکھا ہے کہ صرف باطن ہوتا ہے
 کہ بندہ و معلم ہیں اور یونانی منعم۔
 دانش صاحب کو لبروک اور جونس کی مشابہتوں کو صرف سمجھنا
 کہیں ظاہر کرتے ہیں۔

برہمنی سینٹ بلیر صاحب اس معاملہ میں اور ذرا زیادہ
 گہرے جانتے ہیں وہ اپنے سائیکہ رسالہ صفحہ ۵۱۲-۵۱۳-
 ۵۲۱ و ۵۲۲ میں پتھاگورس کے اصول پر غور کرتے ہوئے
 تسلیم کرتے ہیں کہ اوس کی تعلیم کی اصلیت کا پتہ آریہ ورت
 میں ملتا ہے مصر میں نہیں۔ برہمنی صاحب کہتے ہیں کہ سائیکہ
 کے اصول فلاطون کی تصانیف فیڈن - فیڈر سٹیس - ارا
 ریمبلک میں ہی نظر آتے ہیں وہ یہہ بھی کہتے ہیں کہ بندہ و موش
 کا مسئلہ جس کا تعلق روح کے مادی غلاف و جسم ہے اولاطون
 اور سائیکہ دونوں میں عام ہیں۔ اور دونوں روح کو انا دیو
 انت مانتے ہیں اسی کتاب کے صفحہ ۵۲۱ میں مرقوم ہے کہ فلاطون

دراکوارتری اور نسل میگزیں جلد ۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵-۱۶-۱۷-۱۸-۱۹-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۴-۲۵-۲۶-۲۷-۲۸-۲۹-۳۰-۳۱-۳۲-۳۳-۳۴-۳۵-۳۶-۳۷-۳۸-۳۹-۴۰-۴۱-۴۲-۴۳-۴۴-۴۵-۴۶-۴۷-۴۸-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-۵۳-۵۴-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۵۹-۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲-۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳-۱۱۴-۱۱۵-۱۱۶-۱۱۷-۱۱۸-۱۱۹-۱۲۰-۱۲۱-۱۲۲-۱۲۳-۱۲۴-۱۲۵-۱۲۶-۱۲۷-۱۲۸-۱۲۹-۱۳۰-۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴-۱۳۵-۱۳۶-۱۳۷-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۲-۱۴۳-۱۴۴-۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷-۱۴۸-۱۴۹-۱۵۰-۱۵۱-۱۵۲-۱۵۳-۱۵۴-۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷-۱۵۸-۱۵۹-۱۶۰-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸-۱۹۹-۲۰۰-۲۰۱-۲۰۲-۲۰۳-۲۰۴-۲۰۵-۲۰۶-۲۰۷-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱-۲۱۲-۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰-۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳-۲۴۴-۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷-۲۴۸-۲۴۹-۲۵۰-۲۵۱-۲۵۲-۲۵۳-۲۵۴-۲۵۵-۲۵۶-۲۵۷-۲۵۸-۲۵۹-۲۶۰-۲۶۱-۲۶۲-۲۶۳-۲۶۴-۲۶۵-۲۶۶-۲۶۷-۲۶۸-۲۶۹-۲۷۰-۲۷۱-۲۷۲-۲۷۳-۲۷۴-۲۷۵-۲۷۶-۲۷۷-۲۷۸-۲۷۹-۲۸۰-۲۸۱-۲۸۲-۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹-۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲-۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-۲۹۸-۲۹۹-۳۰۰-۳۰۱-۳۰۲-۳۰۳-۳۰۴-۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷-۳۰۸-۳۰۹-۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳-۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶-۳۱۷-۳۱۸-۳۱۹-۳۲۰-۳۲۱-۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸-۳۲۹-۳۳۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳-۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰-۳۵۱-۳۵۲-۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸-۳۵۹-۳۶۰-۳۶۱-۳۶۲-۳۶۳-۳۶۴-۳۶۵-۳۶۶-۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶۱۸-۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۲-۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵-۶۲۶-۶۲۷-۶۲۸-۶۲۹-۶۳۰-۶۳۱-۶۳۲-۶۳۳-۶۳۴-۶۳۵-۶۳۶-۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-۶۴۱-۶۴۲-۶۴۳-۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶-۶۴۷-۶۴۸-۶۴۹-۶۵۰-۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳-۶۵۴-۶۵۵-۶۵۶-۶۵۷-۶۵۸-۶۵۹-۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲-۶۶۳-۶۶۴-۶۶۵-۶۶۶-۶۶۷-۶۶۸-۶۶۹-۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳-۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶-۶۷۷-۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۸۱-۶۸۲-۶۸۳-۶۸۴-۶۸۵-۶۸۶-۶۸۷-۶۸۸-۶۸۹-۶۹۰-۶۹۱-۶۹۲-۶۹۳-۶۹۴-۶۹۵-۶۹۶-۶۹۷-۶۹۸-۶۹۹-۷۰۰-۷۰۱-۷۰۲-۷۰۳-۷۰۴-۷۰۵-۷۰۶-۷۰۷-۷۰۸-۷۰۹-۷۱۰-۷۱۱-۷۱۲-۷۱۳-۷۱۴-۷۱۵-۷۱۶-۷۱۷-۷۱۸-۷۱۹-۷۲۰-۷۲۱-۷۲۲-۷۲۳-۷۲۴-۷۲۵-۷۲۶-۷۲۷-۷۲۸-۷۲۹-۷۳۰-۷۳۱-۷۳۲-۷۳۳-۷۳۴-۷۳۵-۷۳۶-۷۳۷-۷۳۸-۷۳۹-۷۴۰-۷۴۱-۷۴۲-۷۴۳-۷۴۴-۷۴۵-۷۴۶-۷۴۷-۷۴۸-۷۴۹-۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲-۷۵۳-۷۵۴-۷۵۵-۷۵۶-۷۵۷-۷۵۸-۷۵۹-۷۶۰-۷۶۱-۷۶۲-۷۶۳-۷۶۴-۷۶۵-۷۶۶-۷۶۷-۷۶۸-۷۶۹-۷۷۰-۷۷۱-۷۷۲-۷۷۳-۷۷۴-۷۷۵-۷۷۶-۷۷۷-۷۷۸-۷۷۹-۷۸۰-۷۸۱-۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴-۷۸۵-۷۸۶-۷۸۷-۷۸۸-۷۸۹-۷۹۰-۷۹۱-۷۹۲-۷۹۳-۷۹۴-۷۹۵-۷۹۶-۷۹۷-۷۹۸-۷۹۹-۸۰۰-۸۰۱-۸۰۲-۸۰۳-۸۰۴-۸۰۵-۸۰۶-۸۰۷-۸۰۸-۸۰۹-۸۱۰-۸۱۱-۸۱۲-۸۱۳-۸۱۴-۸۱۵-۸۱۶-۸۱۷-۸۱۸-۸۱۹-۸۲۰-۸۲۱-۸۲۲-۸۲۳-۸۲۴-۸۲۵-۸۲۶-۸۲۷-۸۲۸-۸۲۹-۸۳۰-۸۳۱-۸۳۲-۸۳۳-۸۳۴-۸۳۵-۸۳۶-۸۳۷-۸۳۸-۸۳۹-۸۴۰-۸۴۱-۸۴۲-۸۴۳-۸۴۴-۸۴۵-۸۴۶-۸۴۷-۸۴۸-۸۴۹-۸۵۰-۸۵۱-۸۵۲-۸۵۳-۸۵۴-۸۵۵-۸۵۶-۸۵۷-۸۵۸-۸۵۹-۸۶۰-۸۶۱-۸۶۲-۸۶۳-۸۶۴-۸۶۵-۸۶۶-۸۶۷-۸۶۸-۸۶۹-۸۷۰-۸۷۱-۸۷۲-۸۷۳-۸۷۴-۸۷۵-۸۷۶-۸۷۷-۸۷۸-۸۷۹-۸۸۰-۸۸۱-۸۸۲-۸۸۳-۸۸۴-۸۸۵-۸۸۶-۸۸۷-۸۸۸-۸۸۹-۸۹۰-۸۹۱-۸۹۲-۸۹۳-۸۹۴-۸۹۵-۸۹۶-۸۹۷-۸۹۸-۸۹۹-۹۰۰-۹۰۱-۹۰۲-۹۰۳-۹۰۴-۹۰۵-۹۰۶-۹۰۷-۹۰۸-۹۰۹-۹۱۰-۹۱۱-۹۱۲-۹۱۳-۹۱۴-۹۱۵-۹۱۶-۹۱۷-۹۱۸-۹۱۹-۹۲۰-۹۲۱-۹۲۲-۹۲۳-۹۲۴-۹۲۵-۹۲۶-۹۲۷-۹۲۸-۹۲۹-۹۳۰-۹۳۱-۹۳۲-۹۳۳-۹۳۴-۹۳۵-۹۳۶-۹۳۷-۹۳۸-۹۳۹-۹۴۰-۹۴۱-۹۴۲-۹۴۳-۹۴۴-۹۴۵-۹۴۶-۹۴۷-۹۴۸-۹۴۹-۹۵۰-۹۵۱-۹۵۲-۹۵۳-۹۵۴-۹۵۵-۹۵۶-۹۵۷-۹۵۸-۹۵۹-۹۶۰-۹۶۱-۹۶۲-۹۶۳-۹۶۴-۹۶۵-۹۶۶-۹۶۷-۹۶۸-۹۶۹-۹۷۰-۹۷۱-۹۷۲-۹۷۳-۹۷۴-۹۷۵-۹۷۶-۹۷۷-۹۷۸-۹۷۹-۹۸۰-۹۸۱-۹۸۲-۹۸۳-۹۸۴-۹۸۵-۹۸۶-۹۸۷-۹۸۸-۹۸۹-۹۹۰-۹۹۱-۹۹۲-۹۹۳-۹۹۴-۹۹۵-۹۹۶-۹۹۷-۹۹۸-۹۹۹-۱۰۰۰-۱۰۰۱-۱۰۰۲-۱۰۰۳-۱۰۰۴-۱۰۰۵-۱۰۰۶-۱۰۰۷-۱۰۰۸-۱۰۰۹-۱۰۱۰-۱۰۱۱-۱۰۱۲-۱۰۱۳-۱۰۱۴-۱۰۱۵-۱۰۱۶-۱۰۱۷-۱۰۱۸-۱۰۱۹-۱۰۲۰-۱۰۲۱-۱۰۲۲-۱۰۲۳-۱۰۲۴-۱۰۲۵-۱۰۲۶-۱۰۲۷-۱۰۲۸-۱۰۲۹-۱۰۳۰-۱۰۳۱-۱۰۳۲-۱۰۳۳-۱۰۳۴-۱۰۳۵-۱۰۳۶-۱۰۳۷-۱۰۳۸-۱۰۳۹-۱۰۴۰-۱۰۴۱-۱۰۴۲-۱۰۴۳-۱۰۴۴-۱۰۴۵-۱۰۴۶-۱۰۴۷-۱۰۴۸-۱۰۴۹-۱۰۵۰-۱۰۵۱-۱۰۵۲-۱۰۵۳-۱۰۵۴-۱۰۵۵-۱۰۵۶-۱۰۵۷-۱۰۵۸-۱۰۵۹-۱۰۶۰-۱۰۶۱-۱۰۶۲-۱۰۶۳-۱۰۶۴-۱۰۶۵-۱۰۶۶-۱۰۶۷-۱۰۶۸-۱۰۶۹-۱۰۷۰-۱۰۷۱-۱۰۷۲-۱۰۷۳-۱۰۷۴-۱۰۷۵-۱۰۷۶-۱۰۷۷-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۰-۱۰۸۱-۱۰۸۲-۱۰۸۳-۱۰۸۴-۱۰۸۵-۱۰۸۶-۱۰۸۷-۱۰۸۸-۱۰۸۹-۱۰۹۰-۱۰۹۱-۱۰۹۲-۱۰۹۳-۱۰۹۴-۱۰۹۵-۱۰۹۶-۱۰۹۷-۱۰۹۸-۱۰۹۹-۱۱۰۰-۱۱۰۱-۱۱۰۲-۱۱۰۳-۱۱۰۴-۱۱۰۵-۱۱۰۶-۱۱۰۷-۱۱۰۸-۱۱۰۹-۱۱۱۰-۱۱۱۱-۱۱۱۲-۱۱۱۳-۱۱۱۴-۱۱۱۵-۱۱۱۶-۱۱۱۷-۱۱۱۸-۱۱۱۹-۱۱۲۰-۱۱۲۱-۱۱۲۲-۱۱۲۳-۱۱۲۴-۱۱۲۵-۱۱۲۶-۱۱۲۷-۱۱۲۸-۱۱۲۹-۱۱۳۰-۱۱۳۱-۱۱۳۲-۱۱۳۳-۱۱۳۴-۱۱۳۵-۱۱۳۶-۱۱۳۷-۱۱۳۸-۱۱۳۹-۱۱۴۰-۱۱۴۱-۱۱۴۲-۱۱۴۳-۱۱۴۴-۱۱۴۵-۱۱۴۶-۱۱۴۷-۱۱۴۸-۱۱۴۹-۱۱۵۰-۱۱۵۱-۱۱۵۲-۱۱۵۳-۱۱۵۴-۱۱۵۵-۱۱۵۶-۱۱۵۷-۱۱۵۸-۱۱۵۹-۱۱۶۰-۱۱۶۱-۱۱۶۲-۱۱۶۳-۱۱۶۴-۱۱۶۵-۱۱۶۶-۱۱۶۷-۱۱۶۸-۱۱۶۹-۱۱۷۰-۱۱۷۱-۱۱۷۲-۱۱۷۳-۱۱۷۴-۱۱۷۵-۱۱۷۶-۱۱۷۷-۱۱۷۸-۱۱۷۹-۱۱۸۰-۱۱۸۱-۱۱۸۲-۱۱۸۳-۱۱۸۴-۱۱۸۵-۱۱۸۶-۱۱۸۷-۱۱۸۸-۱۱۸۹-۱۱۹۰-۱۱۹۱-۱۱۹۲-۱۱۹۳-۱۱۹۴-۱۱۹۵-۱۱۹۶-۱۱۹۷-۱۱۹۸-۱۱۹۹-۱۲۰۰-۱۲۰۱-۱۲۰۲-۱۲۰۳-۱۲۰۴-۱۲۰۵-۱۲۰۶-۱۲۰۷-۱۲۰۸-۱۲۰۹-۱۲۱۰-۱۲۱۱-۱۲۱۲-۱۲۱۳-۱۲۱۴-۱۲۱۵-۱۲۱۶-۱۲۱۷-۱۲۱۸-۱۲۱۹-۱۲۲۰-۱۲۲۱-۱۲۲۲-۱۲۲۳-۱۲۲۴-۱۲۲۵-۱۲۲۶-۱۲۲۷-۱۲۲۸-۱۲۲۹-۱۲۳۰-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۱۲۳۳-۱۲۳۴-۱۲۳۵-۱۲۳۶-۱۲۳۷-۱۲۳۸-۱۲۳۹-۱۲۴۰-۱۲۴۱-۱۲۴۲-۱۲۴۳-۱۲۴۴-۱۲۴۵-۱۲۴۶-۱۲۴۷-۱۲۴۸-۱۲۴۹-۱۲۵۰-۱۲۵۱-۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷-۱۲۵۸-۱۲۵۹-۱۲۶۰-۱۲۶۱-۱۲۶۲-۱۲۶۳-۱۲۶۴-۱۲۶۵-۱۲۶۶-۱۲۶۷-۱۲۶۸-۱۲۶۹-۱۲۷۰-۱۲۷۱-۱۲۷۲-۱۲۷۳-۱۲۷۴-۱۲۷۵-۱۲۷۶-۱۲۷۷-۱۲۷۸-۱۲۷۹-۱۲۸۰-۱۲۸۱-۱۲۸۲-۱۲۸۳-۱۲۸۴-۱۲۸۵-۱۲۸۶-۱۲۸۷-۱۲۸۸-۱۲۸۹-۱۲۹۰-۱۲۹۱-۱۲۹۲-۱۲۹۳-۱۲۹۴-۱۲۹۵-۱۲۹۶-۱۲۹۷-۱۲۹۸-۱۲۹۹-۱۳۰۰-۱۳۰۱-۱۳۰۲-۱۳۰۳-۱۳۰۴-۱۳۰۵-۱۳۰۶-۱۳۰۷-۱۳۰۸-۱۳۰۹-۱۳۱۰-۱۳۱۱-۱۳۱۲-۱۳۱۳-۱۳۱۴-۱۳۱۵-۱۳۱۶-۱۳۱۷-۱۳۱۸-۱۳۱۹-۱۳۲۰-۱۳۲۱-۱۳۲۲-۱۳۲۳-۱۳۲۴-۱۳۲۵-۱۳۲۶-۱۳۲۷-۱۳۲۸-۱۳۲۹-۱۳۳۰-۱۳۳۱-۱۳۳۲-۱۳۳۳-۱۳۳۴-۱۳۳۵-۱۳۳۶-۱۳۳۷-۱۳۳۸-۱۳۳۹-۱۳۴۰-۱۳۴۱-۱۳۴۲-۱۳۴۳-۱۳۴۴-۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۴۹-۱۳۵۰-۱۳۵۱-۱۳۵۲-۱۳۵۳-۱۳۵۴-۱۳۵۵-۱۳۵۶-۱۳۵۷-۱۳۵۸-۱۳۵۹-۱۳۶۰-۱۳۶۱-۱۳۶۲-۱۳۶۳-۱۳۶۴-۱۳۶۵-۱۳۶۶-۱۳۶۷-۱۳۶۸-۱۳۶۹-۱۳۷۰-۱۳۷۱-۱۳۷۲-۱۳۷۳-۱۳۷۴-۱۳۷۵-۱۳۷۶-۱۳۷۷-۱۳۷۸-۱۳۷۹-۱۳۸۰-۱۳۸۱-۱۳۸۲-۱۳۸۳-۱۳۸۴-۱۳۸۵-۱۳۸۶-۱۳۸۷-۱۳۸۸-۱۳۸۹-۱۳۹۰-۱۳۹۱-۱۳۹۲-۱۳۹۳-۱۳۹۴-۱۳۹۵-۱۳۹۶-۱۳۹۷-۱۳۹۸-۱۳۹۹-۱۴۰۰-۱۴۰۱-۱۴۰۲-۱۴۰۳-۱۴۰۴-۱۴۰۵-۱۴۰۶-۱۴۰۷-۱۴۰۸-۱۴۰۹-۱۴۱۰-۱۴۱۱-۱۴۱۲-۱۴۱۳-۱۴۱۴-۱۴۱۵-۱۴۱۶-۱۴۱۷-۱۴۱۸-۱۴۱۹-۱۴۲۰-۱۴۲۱-۱۴۲۲-۱۴۲۳-۱۴۲۴-۱۴۲۵-۱۴۲۶-۱۴۲۷-۱۴۲۸-۱۴۲۹-۱۴۳۰-۱۴۳۱-۱۴۳۲-۱۴۳۳-۱۴۳۴-۱۴۳۵-۱۴۳۶-۱۴۳۷-۱۴۳۸-۱۴۳۹-۱۴۴۰-۱۴۴۱-۱۴۴۲-۱۴۴۳-۱۴۴۴-۱۴۴۵-۱۴۴۶-۱۴۴۷-۱۴۴۸-۱۴۴۹-۱۴۵۰-۱۴۵۱-۱۴۵۲-۱۴۵۳-۱۴۵۴-۱۴۵۵-۱۴۵۶-۱۴۵۷-۱۴۵۸-۱۴۵۹-۱۴۶۰-۱۴۶۱-۱۴۶۲-۱۴۶۳-۱۴۶۴-۱۴۶۵-۱۴۶۶-۱۴۶۷-۱۴۶۸-۱۴۶۹-۱۴۷۰-۱۴۷۱-۱۴۷۲-۱۴۷۳-۱۴۷۴-۱۴۷۵-۱۴۷۶-۱۴۷۷-۱۴۷۸-۱۴۷۹-۱۴۸۰-۱۴۸۱-۱۴۸۲-۱۴۸۳-۱۴۸۴-۱۴۸۵-۱۴۸۶-۱۴۸۷-۱۴۸۸-۱۴۸۹-۱۴۹۰-۱۴۹۱-۱۴۹۲-۱۴۹۳-۱۴۹۴-۱۴۹۵-۱۴۹۶-۱۴۹۷-۱۴۹۸-۱۴۹۹-۱۵۰۰-۱۵۰۱-۱۵۰۲-۱۵۰۳-۱۵۰۴-۱۵۰۵-۱۵۰۶-۱۵۰۷-۱۵۰۸-۱۵۰۹-۱۵۱۰-۱۵۱۱-۱۵۱۲-۱۵۱۳-۱۵۱۴-۱۵۱۵-۱۵۱۶-۱۵۱۷-۱۵۱۸-۱۵۱۹-۱۵۲۰-۱۵۲۱-۱۵۲۲-۱۵۲۳-۱۵۲۴-۱۵۲۵-۱۵۲۶-۱۵۲۷-۱۵۲۸-۱۵۲۹-۱۵۳۰-۱۵۳۱-۱۵۳۲-۱۵۳۳-۱۵۳۴-۱۵۳۵-۱۵۳۶-۱۵۳۷-۱۵۳۸-۱۵۳۹-۱۵۴۰-۱۵۴۱-۱۵۴۲-۱۵۴۳-۱۵۴۴-۱۵۴۵-۱۵۴۶-۱۵۴۷-۱۵۴۸-۱۵۴۹-۱۵۵۰-۱۵۵۱-۱۵۵۲-۱۵۵۳-۱۵۵۴-۱۵۵۵-۱۵۵۶-۱۵۵۷-۱۵۵۸-۱۵۵۹-۱۵۶۰-۱۵۶۱-۱۵۶۲-

پنہا گورس کی تعلیم لکھا، محمد کے مسند تہا اور اوس نے اوس سے
 عادت ہی بیتا لیکن جس وقت یہ سوال پیش کیا جاتا ہے
 کہ پنہا گورس کی تعلیم کا مخرج کون نکے ہے تو ہم کو آریہ ورت کی
 طرف نگاہ کرنا پڑتا ہے "علامہ وہ بریں پنہا گورس کے نسخہ داے
 مسئلہ کے آریہ اصلیت کا ذکر قدیم کتابوں میں بھی آچکا ہے۔"

لیوی ہونڈوں شروڈر صاحب نے اپنے جرمین کتاب (موسومہ
 پنہا گورس انڈی انڈر) باوجود لاعلمی کے خاص معاملات میں
 بہت صحیح رائے ظاہر کی ہے کتاب مذکور سے یہ ثابت ہوتا ہے
 کہ قریب قریب تمام اصول جن کو پنہا گورس کی ذات سے منسوب
 کیا جاتا ہے آریہ ورت میں پہلے ہی سے موجود تھے اور جو جو
 مذہبی فلسفانہ یا متعلق ماضی پنہا گورس سے مخصوص ہیں سچ
 سے چہ سو برس پیشتر بلکہ اس سے بھی پہلے یہاں پائے گئے تھے۔
 پنہا گورس کے بہت سے نتیجہ آور اصول کی پیدائش گاہ آریہ ورت ہے۔

(۱) اسی وزیر صاحب (بیلیو تھکا انڈ کا جلد ۵ صفحہ ۱۹) میں کہتے ہیں کہ
 جس طرح کٹھن ادب نش میں جسم کو تہہ روح کو تہہ بان اندریوں کو گھوڑے
 من کو گام وغیرہ بطور استعارات بیان کئے ہیں اسی طرح فیڈر من
 نام کتاب میں بھی لکھا ہے۔ رہا دیکھو روشن شرمن کی کتاب صفحہ ۲۶ نوٹ ۱

ایک یا دو مشابہت کے ملنے سے بچہ کو جرات نہیں ہو سکتی تھی کہ میں
 اور حکم کی نسبت آریہ ورت کی شاگردی کا قطعی فیصلہ پاس کر سکتا
 مگر پتہ گورس کا مضمون اگر گون ہمہ یہاں جتنی باتیں ہیں سب
 اپنی آریہ اصلیت میں پائی جاتی ہیں اور کسی شخص کو کہی ہمت نہیں
 ہو سکتی ہے کہ وہ پتہ گورس اور آریہ ورت کے فلاسفوں کے نسبت
 پہلے کہہ سکے کہ یہ ہر دو ملکوں میں خود بخود پیدا ہو گئیں اور
 ایک کو دوسرے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہاں میں شر و درجہ
 ہی کے خیال کے بموجب یہ ظاہر کرتا چاہتا ہوں کہ پتہ گورس اور
 آریہ ورت کے فلسفے میں خاص خاص مسائل عام ہیں مثلاً شاخ کا مسئلہ
 بالتوضیح و بالتصریح و شاخوں میں ایک ہے۔ یہ کہتا ہے کہ پتہ گورس
 نے اس مسئلہ کو مصر سے سیکھا ہو گا غلط ہے کیونکہ مصریوں کو
 اس سے ناواقفیت تھی۔ پتہ گورس نے بعض بعض ترک کاربوں
 استعمال مندوک کرتا ہے اور پانچویں عنصر کاش کا مسئلہ
 جس طرح پتہ گورس میں موجود ہے ویسی آریہ ورت کے ہر
 فلسفہ کی شاخ میں پایا جاتا ہے اور یہ بہت سی ایسی باتیں ہیں
 جو آریہ لٹیر پیر سے اخذ کی ہوئی ثابت ہوتی ہیں شر و درجہ
 نے بہت سے کم نتیجہ آور مشابہتوں کے دکھانے کی بھی کوشش کی ہے
 جس کی نسبت قطعی رائے قائم نہیں کی جاسکتی و مندرجہ ذیل

خیالات کے بارہ میں ہی ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔
 اولاً اُن کا یہ کہن کہ پتہ گورس نے خود آریہ ورت میں جا کر علم حاصل
 کیا ایسا خیال ہے جو اوس زمانہ کی تواریخ سے ثابت نہیں ہوتا۔
 جس ملک میں پتہ گورس کے رہنے کا خیال کیا جاتا ہے وہ غالباً
 پارس رہا ہوگا۔ یہاں ہی اوس کو آریہ معلمین سے شناسائی ہوئی
 اور اسی مقام سے آریہ فلسفہ کا اثر یونانیوں پر پڑنا ممکنات سے
 معلوم ہوتا ہے ثانیاً شرودر صاحب کی یہ رائے کہ پتہ گورس
 نے پانچ عناصر و تناسخ و روح کا علم سانکھیہ طریق کے معلمین
 سے سیکھا ہے قابلِ وقت نہیں معلوم ہوتی کیونکہ کہیں سے
 ہی اُن کے تعلقات کا پتہ نہیں چلتا۔ شرودر صاحب اپنی
 کتاب کے صفحہ ۷۲ و ۷۳ میں لکھتے ہیں کہ پتہ گورس کے فلسفہ
 میں ہندسوں پر بحث ہے اور ہندسہ کا علم تمام علوم کا مبداء
 ہے اور یہ سانکھیہ سے اخذ ہوا ہے۔ آگے چل کر ۷۷ صفحہ میں
 وہ تحریر کرتے ہیں کہ ”سانکھیہ کے معنی شمار کے ہیں اور اس
 فلسفہ میں جزور سکھیا پر بحث رہی ہوگی۔ گو یہ خصوصیت ہزاروں
 برس بعد خارج کر دی گئی اور اب اس کا پتہ نہیں لگتا۔“

(۱) پتہ گورس کے آریہ درشن میں پتہ گورس نے یونانی روایت سکندر اعظم کے بعد

ایسی رائے ظاہر کرتے دنت شرہ ڈر صاحب نے اوپن لنڈوں کو بالکل نظر انداز کر دیا جو سائنکھیکہ فلسفہ کے اصول سے پہری ہوئی ہیں اور انہیں کے مطالعہ سے بہت کچھ اوس کے تعلیم کا پتہ لگ سکتا ہے شرہ ڈر خود اس مسئلہ کو مشتبہہ کہتے ہیں اور ہماری دانست میں یہہ باکل بے بنیاد ہے جہاں تک دیکھا جاتا ہے موجودہ سائنکھیکہ فلسفہ کے علاوہ اور کوئی سائنکھیکہ نہیں تھا جس میں محض اعداد ہندسہ پر بحث کی گئی ہو سائنکھیکہ جیسے پتہ تھا اب بھی ہے۔ تہا گورس کے اوس خاص متعلق پر بھی کے اصول سے اور سائنکھیکہ سے ذرہ ہی تعلق نہیں ہے تہا گورس علم ہندسہ کو اس وجہ سے تمام علوم کا جوہر بتلانا ہے کہ ہر قسم کے علوم و فنون میں اس کی ضرورت پڑتی ہے سائنکھیکہ کا شمار اون مادی اصول سے متعلق ہے جن سے سرشتی ہوتی ہے۔ بہ میں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔

ناسن صاحب اپنے جرمین رسالہ انڈیشا اسٹریٹسکندی میں لکھتے ہیں کہ آریہ حیالات کا یونانی فلسفہ پر مسیح سے پیشتر زمانہ میں کوئی اثر نہیں پڑا (جلد ۲ صفحہ ۳۷۹) مگر اسیات کو تسلیم کرتے ہیں کہ سنجی ناسینزم اور

(۱) ایک مسیحی فرقہ

یو پلٹو نزم پر اوسن کا اثر ضرور پڑا ہے۔ کیونکہ اس وقت میں سکندریہ اور آریہ ورت کے درمیان تعلقات پیدا ہو گئے تھے اور آریہ رسوخ کا بالکل انکار کرنا غیر ممکن معلوم ہوتا ہے۔

پہلے ہم ناسٹیکزم پر بحث کریں گے۔ لاسن صاحب تبلیم کرتے ہیں کہ ناسٹک طریق بدہ مذہب سے نکلا ہوا ہے اور سکندریہ میں اوس خیال نے بہت کچھ اثر پیدا کر رکھا تھا مگر یہ اثر جو سبھی طریق میں محسوس ہوتا ہے صرف بدہ مذہب کا ہی نہیں ہے بلکہ میری دانش میں لاسن صاحب انکیہیہ فلسفی کو بالکل نظر انداز کرتے ہیں صفحہ ۳۸۵ میں روح و مادہ کے تعلقات کی بدہ و ناسٹک اصول کے بموجب تشریح کرتے ہوئے اوہنوں نے جس بات کو ثابت کرنا چاہا ہے اوسے سے زیادہ ترہ سانکیہیہ فلسفی کے تعلق کا اظہار ہوتا ہے میں نہیں کہہ سکتا ہوں کہ لاسن کو اس معاملہ میں ذرہ بھی کامیابی ہوئی ہے۔ سانکیہیہ کہتے ہیں کہ روح دیر کا ش ایک ہی ہیں ہر چیز کا پرکاش روح سے ہوتا ہے۔ ناسٹک اصول میں روح کی ان لفظوں میں تاویل سانکیہ سے لی گئی ہے۔

صفحہ جات ۳۸۱ و ۳۹۱ میں لاسن صاحب کو اقرار ہے کہ راج - ست - تم گنوں کے بموجب آدمیوں کی تقسیم سانکھ کے بموجب ہے۔ ہر شخص میں کسی نہ کسی قسم کا گن کی کمی یا زیادتی ہوتی ہے کوئی خوش ہے کوئی تلون طبع ہے کوئی کاہل الوجود ہے کسی میں ذمات - عقل کی رسائی - کسی میں شہوات و خلیات کی زیادتی اور کسی میں جہالت و سستی ہو کر رہی ہے۔ اس سبب کی قابل اطمینان تشریح صرف سانکھ میں مل سکتی ہے۔ ایک بات اور بھی یہاں قابل غور ہے سانکھ شاستر کے بموجب بد ہی النکار و من کی بناوٹ سرکشی کے وقت بندریج پہلے ہوتی ہے شخصی وجود یا مفرد شخصیت میں ہی یہ باتیں اسی طرح تقسیم کی جاتی ہیں جو لوگ ناشک اصول سے زیادہ واقفیت رکھتے ہیں وہ آسانی سے سمجھ گئے کہ ان سب باتوں کی تفصیل و صاحت کے ساتھ صرف سانکھ میں مل سکتی ہے اور ناشک فرقہ والوں نے اسی سے عاریت لیا ہے۔

نیو پلیٹونک اصول کے بحث میں لاسن نے سانکھ کے اثر پر پورے طور پر تسلیم کیا ہے پلاٹینس اس طریق کے خاص بانیوں میں سے صفحہ جات ۲۰۴-۲۹۵ میں اس کے خیالات بالکل سانکھ سے مطابق ہیں مثلاً وہ کہتا ہے۔ ”روح رنج و غلبہ سے بالکل معز ہے“

کسی قسم کے محسوسات اس تک نہیں پہنچتے کیونکہ رنج کا تعلق صرف مادہ سے ہے۔ پلاٹینس کہتا ہے کہ ”میرا فلسفہ دنیا کو مصیبت سے رہائی دے سکتا ہے“ یہی دعوے سانکھہ کا بھی ہے اور وہ بھی کہتا ہے کہ پورش و پرکرتی کے تہیز و چار و گیان سے نجات حاصل ہوتی ہے گوا اور اربہ دہشٹنوں کا مقصد ہی بنی نوع کے نجات ہی سے ہے لیکن کسی نے اس بات پر اتنا زور نہیں دیا کہ دنیا مصیبت سے پھر ہی ہے۔ دنیا کے مصائب سے نجات پانے کی کوشش پریم پورشار تہہ اور تین طرح کے دکھوں سے چھوٹنا نجات ہے۔

صفحہ ۲۸ میں لاسن صاحب دیدانت اور پلاٹینس کے اس جملہ میں مشابہت دکھلاتے ہیں ”نیند میں انسان کو خوشی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ روح نہیں سوتی“ لیکن اس کی مطلق ضرورت نہیں ہے سانکھہ میں یہی وہی بات موجود ہے ”گہری نیند یا سستی نجات کے سبب سے متاثر ہے کیونکہ اس میں جی اندریوں کے محسوسات و غلبات سب موقوف ہو جاتے ہیں اور دکھ دور ہو جاتا ہے اس قسم کے

(۱) سانکھہ سونتر ادھیاوپانچواں سونتر ۱۱۶

اور مشاہداتوں سے پہلے بات بخوبی پایہ ثبوت کو پہنچتی
 ہے کہ پلٹونک فلسفہ کا محور ضرور سانکھ ہے گویا پلٹونک
 اور سانکھ میں بہت سی مشابہتیں موجود ہیں لیکن جب
 ہم سانکھ کے اوس طریق پر نگاہ ڈالتے ہیں جو فلسفہ کا
 ایک علیحدہ شاخ بن گیا ہے اور یوگ کے نام سے موسوم
 ہے تو اس یوگ درشن سے اوس کا تعلق اور بھی گہرا نظر
 آتا ہے۔ پلاٹینس کی اخلاقی تعلیم و یا صفت و نفس کشی خصوصیت
 رکھتی ہوئی اور چہرہ تنک خیال کیجاتا ہے اوسکا سبب صرف شاستر
 سے تعلق رکھنے کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے۔ پلاٹینس کہتا ہے کہ
 تمام دنیاوی سامان فضول و خیر ہیں اون کی ہوس نادانی
 ہے اگر ہم خارجی اثر سے اپنے آپ کو علیحدہ رکھ سکیں اور حیلہ
 خیالات پر غالب آجا دیں جو خارجی محسوسات سے پیدا ہوتے
 ہیں ہمارا دل اعلیٰ گین سے مامور ہو جائیگا اور ہم ایشور کے
 اندر ایک درشن سے رونا رہتے ہو جائینگے اس خیال اور یوگ
 کی تعلیم میں مطلق فرق نہیں ہے پلاٹینس کا ایشور سے اتصال
 پیدا کرنا یوگ شاستر کا ”پرنتیہ“ اور ”تہہم گن نم“ ہے
 اور جو یوگ کی تعلیم کے موافق کار بندہ ہونے و شغلی کرکے سے
 ۱۱ یوگ سوترا باب چہارم صفحہ ۳۳ -

علامہ پلاٹینس کے اوس کے شاگرد پارفری نے (صفحہ جات ۲۳۲
 لم ۳۰) اپنے استاد سے سانکھہ کا تتبع کیا ہے اس کی تعلیم
 پر جو آریہ رت کا اثر پڑا ہے وہ براہ راست ثابت کر لیا جاسکتا
 ہے۔ کیونکہ اوس نے بردیسا بنس کی تحریر سے فائدہ اٹھاتے
 ہوئے برہمنوں کی نسبت بہت سے اقوال نقل کئے ہیں اور
 اس بردیسا بنس نے اپنے معلومات اول آریہ ایلمینوں
 سے حاصل کئے تھے جو منجانب مہاراجہ اشوک شاہنشاہ انیش
 پائیس کے دربار میں آئے ہوئے تھے۔ تمام خاص خاص
 باتوں میں پارفری پلاٹینس سے متفق ہے مثلاً خارجی
 دنیا کا ترک کرنا اور دھیان و چار سے سچائی حاصل کرنا
 وغیرہ۔ مگر اوس نے بمقابلہ اپنے استاد کے سانکھہ کے
 روحانی و مادی عالم کا بیان بہت وضاحت و صراحت کے
 ساتھ کیا ہے۔ اوس کے سانکھہ کے معتقد و مقلد ہونے کا پتہ
 بہت سی باتوں سے لگتا ہے وہ روح کی فضیلت مادہ کے ایزر
 تسلیم کرتا ہے۔ روح کا مادہ سے نجات ہونے پر وہ ہمیشہ ہوتا
 جاتا ہے۔ اور دنیا کو لا ابتدا اور لا انتہا ثابت کرتا ہے یہاں ہم

(۱) سانکھہ کرولا سن صفحہ ۳۰ لم ۴۰

یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ پارفری جانور کا دج کرنا اور اون
 کی قربانی کرنا اصول کے برخلاف قائم کرتا ہے لاسن صاحب
 (صفحہ ۳۴ میں) لکھتے ہیں کہ یقیناً یہ خیال بد مذہب سے
 عاریت لیا ہوا معلوم ہوا ہے۔ لیکن چونکہ ہم بد مذہب کو
 خود سنا کہہ کی ایک شاخ یا آنکھ اوس سے نکلا ہوا ماننے میں
 کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ ہم اوس کو دہرم سے عاریت
 لیا ہوا تسلیم کریں اور سنا کہہ کی عظمت کو کیوں نہ قائم کریں
 میں نہیں سمجھتا کہ مجھے اور مشابہتوں پر بحث کرنے کی ضرورت
 ہے جن کو لاسن صاحب مابعد کے نیو پیٹھونک اور آریہ فلسفہ
 کے درمیان ثابت کرتے ہیں (صفحہ ۱۰۰) کیونکہ ابامن ظاہر
 ضعیف الاعتقاد معلوم ہوتا ہے اور اوس کا آریہ ورت
 کے فلسفہ سے اچھی طرح واقفیت رکھنا مشتبہ ہے مگر اوس کے
 پرستار و متقدمین نے کافی طور پر اپنے تعلق کو ظاہر کر دیا ہے
 ابامن کے خیال کے موافق جو لوگ پاک اور مقدس چہ شس سے
 مامور ہیں کہ امان دکھا سکتے ہیں یہ بات آریہ ورت میں ہی
 عام ہے اور لوگوں کے معجزات اکثر سمکھتے سمجھے جاتے ہیں۔

۱۰۱ اندرو کا سنا کہہ سونہر پرنیکا مضبوط کلک ۱۸۹۲ کا ڈیبا چہ لفظ طلب

یوگ فلاسفی شتعل کی مشافی سے آٹھ طرح کی سدھیاں
حاصل ہو جاتی ہیں مثلاً نظر سے چھپ رہتا ہوا بنجانا ہلکا
بنجانا۔ چھوٹا بنجانا۔ دو سرے کا قلب اختیار

کر لینا وغیرہ وغیرہ

قبل اس کے کہ میں اس مضمون کو ختم کر دوں
نیو یلٹیوٹک طریق ایک عجیب غریب مسئلہ کو پیش کرنا
چاہتا ہوں جو نہ سانکھ سے اور نہ بڑھ ندھ سے
تعلق رکھتا ہے۔ مگر تاہم وہ اوں فرضوں کے سلسلہ
میں دکھایا جاسکتا ہے جو یونانیوں نے اریہ ورت
سے لیا تھا۔

ایک مختصر لیکچر میں پروفیسر ویر صاحب (پرنسپل
جلد ۱۹) بڑے احتیاط و ہوشیاری سے بلا کسی بات
کے ثابت کئے ہوئے ”واج لفظ کے نسبت کہتے ہیں
کہ وہ اسم مونث ہے اور اس کے معنی شہد یا کلام کے
ہیں اور نیو یلٹیوٹک اصول سے گذرے ہوئے شہد
یا واج کو یو جن کی انجیل میں اظہار کی قوت ملتی ہے
ویر صاحب اپنے لیکچر کی ابتدا رگ وید کے نمبر ۱۴۵ باب ۱

سے کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ”کلام“ طاقتور
 شے ہے اس کے ”واج“ کہتے ہیں اور اس کے
 ذریعہ سے خوش گفتاری و دانائی کا اظہار ہوتا
 تھا۔ ویدوں میں اسی معنی میں وہ لفظ سمجھا
 گیا۔ مگر اور براہمن لٹریچر (علم ادب) میں
 ۲۱ دن کی صورت تبدیل ہوتی گئی اور اس
 کی وہی شکل تسلیم کی گئی جو یوحن کی انجیل کی
 ابتدائی آیتوں میں نظر آتی ہے۔ دیر صاحب
 نے اس لفظ کی تشریح کے درمیان بیان کیا
 ہے کہ ”واج“ پر جا پتی کی ستری کا نام ہے جو
 خلقت کے پیدا کرنے میں اپنے شوہر کے شریک
 رہتی ہے۔ وہ ہر چیزوں کی پیدائش کے پہلے
 قائم کی گئی ہے اور لوگ اس کو خود اپنے
 ادوار آپ قائم رہتے والی ہی مانتے ہیں
 دیر صاحب اپنے مضمون کے اخیر میں کہتے ہیں
 کہ ”واج“ لفظ کی اصابت کے سمجھنے میں دقت نہیں ہوتی

وہ کہ عجب با بعد کے شگفتی مارگ کی ابتدا ہی اسی سے منسوب کی جاتی

اس سے مراد پیدائش عالم کی قدرت سے ہے
 یہ مہنوں نے اس کی تاویل اور طرح پرہیز کے
 اس کو نقشہ و نگاہی ہے "دیر صاحب کا خیال بہت
 اچھا ہے اور میری دانست میں اس کو بالکل فرضی
 نہیں سمجھنا چاہیے۔ اس موقع پر مجھے کو اس قدر کہنا
 ضروری ہے کہ "واج" کے یہ معنی صرف نیو پلٹونک
 اصول میں نہیں بلکہ قایلو کے بعد میں ہی موجود
 ہیں قایلو نے اپنے اصول اسٹوئک فلاسفوں سے لے
 لئے اور اسٹوئک فیلسوفوں نے ہر اکلش سے تعلیم
 پائی تھی اور وہ اس کو خلقت کا ابدی قانون
 تسلیم کرتے تھے میری رائے ہے کہ ہر اکلش
 نے اپنے اصول آریہ تعلیم سے اخذ کئے تھے۔

جو آریہ اصول یونانی فلسفوں میں موجود
 ہیں ان میں سائنکھ کا درجہ سب میں افضل
 ہے اور اس بات کو دیکھئے سائنکھ کے
 خیالات غیر ملک کے زبان میں داخل ہونے
 پر ہی اپنی خوشگوار اہمیت کو براہ قائم رکھا
 سائنکھ کا اثر نیو پلٹونک فلسفہ تک محدود رہتا ہے

اور سوار شو پنہار دہرٹ میں کے خیالات داخل
 کہے ہیں موجودہ زمانہ میں یورپین فلسفہ پر ادس
 کا کوئی اثر نظر نہیں آتا۔ عام فلاسفوں کی تواریخ
 میں آریہ فلسفہ کا نام تک ہی نہیں آتا اور ان بالکل
 فرو گذاشت کر دیا گیا ہے اس بے التفاتی دے
 پر دانی کا سبب یہ ہے کہ یورپ و امریکہ میں صرف
 اسی صدی کے درمیان حال ہی میں بدو۔ ساکھہ
 و دیدانت فلسفوں کا علم ہوا ہے وہ ہی ابھی
 طرح نہیں۔

میں نے جہاں تک ممکن ہو تواریخی تعلقات
 سے آریہ ورت و یونانی فلسفوں کا باہمی رشتہ دکھایا
 اس کو زیادہ واضح کرنا یا زیادہ تفصیل کے ساتھ
 بیان کرنا آسان کام نہیں ہے اور نہ اس مختصر
 ٹیکچر سے اس قدر امید کی جاسکتی ہے۔

قالب پیکتابیں

موجودہ مطبع سیدہرم چارک ہریدوار

۱	سیح نہیب کا خجج بدوہ دہرم ہے اردو
۲	پارسی نہیب کا خجج دیدک دہرم ہے
۳	سیواجی اور روشن آراء دختر نگریب کی شادی
۴	سنکرت زبان کی عظمت
۵	اُپنٹ
۶	معدن التہذیب
۷	جہاں چند گیت و کسک ز غنیم کی پوتی کی شادی
۸	حیرت انگیز واقعات
۹	سندھیا منظوم
۱۰	بہارت کی شجاع اور عالم استریوں کے کارنامے
۱۱	حصہ اول اردو
۱۲	حصہ دوم راجپوتنی کی شادی
۱۳	حصہ سوم جتوڑ کا محاصرہ





4

Database

(2)

Signature with Date

